ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

اخلاقی وروحانی تربیت کی ضرورت واہمیت صوفیاء کرام کی نظر میں

The Need And Importance Of Moral And Spiritual Training In The Eyes Of The Sufis

Ishrat Fatima
M.phil schlor at The woman University of Multan
Designation: visitting lecturer Universty of Layyah
asgharabbas331@gmil.com
Fouzia Ayub
Phd Scholar Hitec University Taxila
fouzia.ayub@uow.edu.pk
Muhammad Anisur Rahman
انیس الرحمان
PHD Scholar Hitec University
ak.anis1994@gmail.com

ABSTRACT:
Islam is not spread by the force of the sword, but on the basis of good character, the good character on which our master, peace be upon him, holds the position of the highest rank of Rahmatul Alamin Bashir and Nazir, the rank of Rafi. When the disbelievers met the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) because of their enmity, they became enslaved by the good nature of the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him). Even if it is stoning of the naughty children of Quraysh and you don't say anything to them. Either the woman who used to throw garbage at you or those who made the road thorny in Makkah were so impressed by the high morals of the Prophet that they believed in him. There were also great Sufis whose good character spread Islam in the Indian subcontinent. People like Khwaja Syed Mir Gisu Daraz, Khwaja Chirag Dehlavi, Majdad Al-Thani, and many other Sufis who are virtuous, were influenced by their morals and accepted Islam.

اسلام زورِ تلوار نہیں بلکہ حُسن خلق کی بنا پر پھیلا وہ حُسن خلق جس پر ہمارے آقا ﷺ دو جہان اعلیٰ مرتبت رحمت اللعالمین بشیر ونذیر اَدرجہ رفیع کے مقام پر فائز ہیں آپ ﷺ اس حُسن خلق، تشنگی، شفقت و محبت سے بھرپور کامل ترین شخصیت تھے۔ کفار جب کبھی اپنی صفتِ دِشمنی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن خلق سے گرویدہ غلام ہو جاتے تھے آپ رحمت اللعالمین حُسن خلق محبت و شفقت کی اعلی مثال تھے۔ چاہے وہ قریش کے شرارتی بچوں کا پتھر مارنا اور آپ کا انہیں کچھ نہ کہنا۔ یا وہ عورت جو آپ پر کوڑا پھینکا کرتی تھی یا وہ مکہ میں راستے کو کانٹے دار بنانے والے آپ ﷺ کے اخلاق اعلی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ پر ایمان لے آئے۔ نبی پاک ﷺ کے بعد صحابہ کرام، تبع تابعین، کے بعد ایک دور صوفیاء عظام کا بھی آیا جس کے حسن خلق سے برصغیر پاک وہند میں اسلام پھیلا۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، فرید الدین گنج شکرؒ، حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی، نظام الدین اولیاءؒ، شاہ رکن عالمؒ، شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ، خواجہ سید میر گیسو درازؒ، خواجہ چراغ دہلویؒ، مجدد الف ثانیؒ، جیسی شخصیات اور ان کے علاوہ بہت سے صوفیاء کرام صالحات بھی ہیں کے ان سب کے اخلاق سے متاثر ہو کر لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔

اخلاق کے معنی

اخلاق کے معنی پختگی کے ہیں پختہ عادات کو اخلاق کہا جاتا ہے۔ کسی وقتی عمل یا اتفاقیہ عمل کو اخلاق نہیں کہتے بلکہ اخلاق انسان کی اس دائمی عمل و خصلت کا نام ہے جو کہ بغیر کسی تفکر کے نتیجتاً عمل میں آئے مثال کے طور پر جب آپ سے کوئی ملے تو آپ اُسے کیسے ملتے ہیں چاہے وہ آپ کا دوست ہو یا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

دشمن۔اگر ہم جدید دور کہ معاشرے کی بات کریں تو معاشرے میں قائم کردہ بعض اصولوں کی پابندی اخلاق ہیں۔حسن خلق یہ بھی ہے کہ ایک دوسرے سے نہایت عمدہ شفقت و محبت اور احسن طریقے سے ملا جائے اور ایسی بات نہ کی جائے جس کسی کی دل آزاری ہو اور جس حد تک ہو سکے دوسروں کو تکلیف سے بچایا جائے یہ بھی حسن خلق کی ایک صفت ہے۔انسان اپنی تخلیق کے ساتھ پوشیدہ اور خلق کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے بندے کے مناقب میں سب سے زیادہ فضیلت کا باعث اخلاق ہیں ارشاد ربانی ہے:

"وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً ۗ وَمِنَ النَّاسِ "(1)

"اور اس سے اپنی تمام تر ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں"

اس آیت مبارکہ میں ظاہری نعمتوں سے مراد اچھی صورت لیا گیا ہے اور باطنی نعمتوں سے مراد تطہیر اخلاق ہے۔احسن اخلاق کو نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کی صالح اخلاق کی تربیت کو اس انداز میں بیان کیا ہے جو کہ درج ذیل احادیث میں مذکور ہے۔اللہ تعالیٰ کی محبوبیت اور رسول اللہ ﷺ کا قرب حسن اخلاق کے ذریعے سے حاصل ہو سکتا ہے، آپ ﷺ نے اخلاق حسنہ کے متعلق ایک اور ارشاد فرمایا:

"عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ ان من احبکم الی و اقربکم منی مجلسایو مالقیامۃ احاسنکم اخلاقکم وان بعضکم الی وابعد کم منی الثرثا رون المعترفون۔"(2)

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے وہی شخص مجھے زیادہ محبوب ہیں جس کے اخلاق تم میں سے سب سے زیادہ بہتر ہونگے اور قیامت کے دن وہی میری مجلس کے قریب ہوگا اور تم میں سے وہ شخص مجھے ناپسندیدہ ہے اور وہی قیامت کے دن میری مجلس سے دور ہوگا جو زیادہ باتیں کرتا ہوں گا گلہ پھاڑ کے لمبی گفتگو کرے اور متکبر بھی ہوگا۔"

اس حدیث کی رو سے یہ معلوم ہوا ہے کے نبی کریم ﷺ کے قرب میں قیامت کے دن وہ شخص ہوگا جو اخلاق میں تم سے سب سے زیادہ بہتر ہوگا اور وہ شخص نبی پاک ﷺ سے سب سے زیادہ دور ہوگا جو اخلاقی لحاظ سے پست ہوگا اور فضول گفتگو کرے گا اور متکبرانہ انداز اپنائے گا۔

روحانیت کا تعارف

لفظ روح قرآن مجید میں دو معنی میں استعمال کیا گیا ہے ایک روح وہ جو جبریل علیہ السلام کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور دوسرا روح وہ جو سکون، راحت، پھونک، قرار، قرب کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے یا کوئی بھی ایسا عمل جس سے روح کو سکون حاصل ہو یہیں سے لفظ روحانیت نکلا ہے۔سورۃ الحجرات میں آیت 29 اور ص کی آیت 76 میں پھونکنے والا کا مفہوم یوں بیان کیا گیا ہے:

"فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سٰجِدِيْنَ۔"(3)

"پس جب میں اس کو درست کر چکوں اور روح پھونک دوں تو تم سجدے میں گر جانا"

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے خطاب فرما رہے ہیں۔یہی وہ روح ہے جسکی بنیاد پر انسان اور حیوان میں فرق واضح ہوتا ہے خدا تعالیٰ کی جو صفت روحانی میں سے کچھ حصہ جو روح میں پھونکا گیا ہے وہ انسان کو انکے ظاہر و باطن کو یکساں کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے اصل حقیقت تو روح کی اللہ رب العالمین ہی جانتا ہے مگر کچھ وجوہات ہم منطقی طور قرآن و حدیث سے اخذ کر سکتے ہیں۔

- **اولاً:** یہ کہ انسانی جسم دو عناصر کا مجموعہ ہے مٹی اور روح۔روح کے بغیر انسانی جسم نامکمل و نکارہ ہے فرشتوں کو سجدے کا حکم اسوقت دیا جب روح پھونک دی گئی اس سے پہلے سجدہ ریزی کا حکم نہیں دیا گیا۔
- **ثانیاً:** قبل از روح اللہ رب العزت نے انسانی جسم کو کھنکھناتی ہوئی مٹی اور غلیظ گارے کی بوند سے تیار کر لیا گیا تھا مٹی مادے کی علامت کو ظاہر کرتا ہے جبکہ روح کی نسبت اللہ رب العزت نے اپنی طرف کی ہے کہ جب میں اس مٹی کہ پتلے میں روح پھونک دوں تو تم سجدہ ریز ہو جانا۔

- **آخری:** بات یہ کہ روح جسم کا وہ مخصوص حصہ ہے جس سے زندگی کا آغاز ہوتا ہے اور اگر یہی روح جسم سے نکال لی جائے تو زندگی کا خاتمہ بھی اسی چیز پر ہوتا ہے۔

روحانیت کا مفہوم

روحانیت کا صحیح مفہوم اسلام میں قرب الہی ہے یہ. اللہ تعالیٰ سے قرابت داری کی علامت جو شخص اللہ تعالی کے جتنے قریب ہوتا ہے وہ اتنے ہی اعلیٰ مرتبے پر پہنچ جاتا ہے روح میں روحانیت اس قلبی فراست وبصیرت کا نام ہے جو ایمان کامل عمل کامل تقویٰ کامل کے نتیجہ میں ظاہر ہو قرب الہی کی حصولیت کا دارمدار قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے میں ہے اور جسمانی چیزوں کی بجائے روحانی چیزوں اور روحانی دنیا کیطرف توجہ مرکوز کرنا ہے اللہ کی معرفت کی تلاش میں مجاہدات کرتے ہوئے اخلاق حمیدہ کا اونچا مقام اور اللہ تعالی سے تعلق جڑ جانے کا نام روحانیت ہے روحانیت کے اس مقام پر انسان تب تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب. تک کہ محبت الہی حاصل نہ ہو اور محبت الہی تب تک لا حاصل ہو گی جب اطاعت الہی میں تزکیہ قلب اور تصفیہ قلب نہ ہو محبت کی کاملیت تب ہو گی جب معرفت الہی حاصل ہو گی محبت کی کثرت میں کاملیت جتنی کثیر ہو گی اس سے انسانی روح معرفت الہی پر پہنچے گا اور رضائے الہی کو پالے گا۔

روح وجسم کا مادہ انسان عبادت ریاضت ومجاہدے کے ذریعے نفسانی خواہشات کو ترک کر کے طہارت وپاکیزگی کے اس مقام پر پہنچ جائے جہاں اللہ تعالی کے نور سے اسکا ظاہر و باطن یکجا ہو کر یکساں منور ہو جائے بطور اشرف المخلوقات انسان دیگر مخلوقات بشمول حشرات الاض ملائکہ جنات سے افضل ترین مخلوق انسان ہے لیکن روحانیت کی یہ اصطلاح خاص کر ان لوگوں کیلئے ہے جو کہ عشقِ حقیقی کی خوشنودی کے حصول کی خاطر تمام تر دنیاوی خواہشات سے منہ موڑ لیتے ہیں بلکل سادہ لباس سادہ انداز میں ہر چیز سے بے نیاز ہو کر اپنی زندگی کا مرکز محور صرف رضائے الٰہی کو بنا لیتے ہیں ایسے لوگ ولی اللہ کہلاتے ہیں۔

اخلاقی اور روحانی تربیت کی ضرورت واہمیت صوفیاء کرام کی نظر میں

معاشرے میں جتنے بھی اخلاقی رذائل اور روحانی تربیت کا تناسب کم پایا جاتا ہے وہ سب اخلاقی رذائل کی بنا پر ہے اخلاقی اور روحانی تربیت دو چیزیں ہیں جو کہ ہر دور میں معاشرے کے افراد کیلئے بطورِ خاص اہم رہی ہے مگر دور حاضر میں ایک برائی یہ ہے کہ اس دور کے افراد میں صبر و تحمل اخلاقی اور روحانی رواداری نہیں ہے اخلاق دو قسم کے ہوتے ہیں ایک اخلاقِ حسنہ اور دوسرا اخلاقِ رذیلہ، اخلاق رذیلہ میں وہ سب چیزیں آتی ہیں جس سے دوسروں کو کسی بھی قسم کا ظاہری اور باطنی ضرر پہنچے، صبر کی کمی ، فتنہ اور فساد، ظلم وعداوت، بداخلاقی، بدلحاظی وغیرہ دور حاضر میں ایک بڑی برائی بداخلاقی مذہبی تعصب ہے۔

اس کے زیر اثر بہت سی بُرائیاں جنم لے رہی ہیں جن سے آج کی معاشرے کے افراد کا دل بہت غمزدہ ہے حُسنِ اخلاق صرف یہی نہیں کہ صرف اچھے کپڑے پہنے اچھی سوسائٹی میں اٹھے بیٹھے ہیں یا خندہ پیشانی سے شیریں گفتگو کا نام حُسنِ اخلاق نہیں بلکہ حقوق العباد کو ادا کرنے کا اور مخلوق خدا کی خدمت کا نام حُسنِ اخلاق ہے اخلاق کو اعلیٰ رکھنے کے لئے باطنی طہارت اور باطن کی نشوونما اشد ضروری ہے جس سے باطن منور ہو آج کے اس دور میں ہمارے باطنی آسودگی کا سامان دنیاوی خواہشات کی سیاہ چادر میں لپٹ گیا ہماری جسمانی بناوٹ کا اثر اخلاقیات پر اثرانداز ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ آج کا انسان نور اللہ سے بہت دور ہوتا جارہا ہے اور مصیبت وظلمت کے اندھیروں کے قریب ہو کر اندھیری کھائیوں میں دھنستا چلا جارہا ہے جس سے ایک عام فہم انسان اب تک لا آشنا ہے یہی وجہ ہے باطنی روحانیت کی دوری کی وجہ سے انسان متعدد بیماریوں کا شکار ہوتا چلا جارہا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دل پر پڑے پردے اور اخلاق رذیلہ کو کیسے دور کیا جائے۔ایسے کونسے عملیات کیے جائے جس سے راحت وسکون حاصل ہو ظلم واندھیروں کی تاریکیوں سے روشنی میں آئے روحانی تربیت اس لحاظ سے اہمیت کی متحمل صفت ہے کہ دنیا میں جسمانی دنیا ہی سب کچھ نہیں بلکہ انسان کیلیے روح بھی اس کے جسم کا ایک اہم حصہ ہے۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ”خلق“ کی حسب ذیل تعریف کی ہے:

> ”خلق وہ ہیئتِ راسخہ ہے نفس میں جس سے کہ افعال بہ آسانی بلافکر وتامل صادر ہوں، پس اگر یہ ہیئت ایسی ہے کہ اس سے ایسے افعال صادر ہو جو عقلاً اور شرعاً عمدہ ہیں، تو اس ہیئت کا نام خلق خوب ہے اور اگر اس سے برے افعال صادر ہوں، تو اس ہیئت کا نام خلق بد ہے۔“(4)

ہمارے گردونواح میں ایک روحانی دنیا بھی موجود ہے جو کہ جسم کا ایک اہم حصہ ہے دنیا میں جسمانی دنیا ہی سب کچھ نہیں بلکہ روح بھی اسکے جسم کا ایک اہم حصّہ ہے جس سے ہمیں ہر وقت آگاہ رہنا چاہیے روحانیت کی اصل اہمیت اس حقیقت میں ہے کہ اس نفسانی دنیا سے باہر بھی ایک ایسی الگ دنیا موجود ہے جس سے ہمارے باطنی نفس کو اور ہمیں رابطہ قائم کرنے کی ضرورت ہے ایک بہترین مسلمان معاشرے کے قیام کے لیے تمام افراد کا دینی مزاج، شرعی احکام کا جاننا اخلاقی اور روحانی تربیت سے آراستہ ہونا ضروری ہے جس کی کمی شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔

دراصل صوفیاء کرام ابدال صبر و تحمل واذیت و توکل علی اللہ کو برداشت کرنے کا طریقہ سیکھاتے ہیں۔اسی کمی کی بناپر بہت سے اختلافات نے جنم لیے روحانیت اچھی اور مضبوط شخصیت کی تعمیر میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے عصر حاضر میں ایک برائی یہ بھی ہے کہ اخلاقی روحانی لسانی نسلی اور مذہبی تربیت کی کمی کا تعصب تو بہت زیادہ ہے صوفیاء کرام ،صالحات نے ہر قسم کی برائی کو ختم کر کے خدا سے دوستی کا سبق دیا اور کسی بھی قسم کے تعصب اور تنگ نظری کو قبول نہیں کیا نہ زبان، عقیدے یا زمین کی بناپر کسی سے تعصب نہیں رکھتے ان کا طریقہ کار اسلام کی روح کے عین مطابق ہے یہی وہ شخصیات ہیں جو کہ خدا کی معرفت سے لبریز ہوتی ہیں خدا کی راہ میں جان و مال لٹانے پر تیار ہوتے ہیں اس کے بعد ان کا جاگنا سونا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا ہر چیز عبادت میں شمار ہوتی ہے اس قسم کی شخصیات اولین مثال ہیں جیسا کہ پیغمبرانِ اسلام، صحابہ کرام، تبع تابعین صوفی، ولی اللہ وغیرہ انہیں بھی بھوک پیاس لگتی تھی، لوگوں کے رویے ایذا پہنچاتے تھے، سماجی و معاشرتی مسائل در پیش آتے تھے، لوگوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا تھا، ان سب چیزوں کے باوجود اپنے اعلیٰ اخلاق اور روحانی اوصاف کا مظاہرہ کرنا ہی ان کا اصل کمال تھا اپنی معرفت حال سے خوب واقف تھے اور خود کو اور اپنے عمل کو ڈھالنے کی صلاحیت کا فن اپنے اندر موجود رکھتے تھے یہی وہ روحانی تربیت کی اعلیٰ مثال شخصیات ہیں جن سے ہمیں اُسوۂ حسنہ اور اخلاقی روحانی تربیت کی اطاعت کا کہا گیا جو کہ ضرورت وقت بھی ہے اپنے ظاہر و باطن کی اعلیٰ تربیت اور ان کے طریقے کے مطابق اپنے ظاہر و باطن کی اچھی نشو و نما کر سکتے ہیں۔

معاشرے کے جتنے بھی اخلاقی رذائل ہیں وہ سب کے سب اخلاقی فضائل میں بدلنے کے لیے سیرت و کردار میں ظاہر و باطن میں و یکساں ے نکھار پیدا کرنے کے لیے صوفیاء کرام ءکا طریقہ بہت حد تک کار آمد ثابت شدہ ہے صوفیاء کرام اپنے مخصوص طریقے سے نوجوان نسل کی اخلاقی اور روحانی تربیت ایسے کرتے ہیں کہ صوفیاء کرام معاشرے کے بہترین معالج نظر آتے ہیں ۔اخلاق کی اہمیت بیان کرتے ہوئے سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ :

> "اخلاق سے مقصود باہم بندوں کے حقوق و فرائض کے وہ تعلقات ہیں جن کو ادا کرنا ہر انسان کے لئے مناسب بلکہ ضروری ہے انسان جب اس دنیا میں آتا ہے تو اس کی ہر شے سے تھوڑا بہت اس کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے اسی تعلق کے فرض کو بحُسن و خوبی انجام دینا اخلاق ہے اس کے اپنے ماں باپ، اہل و عیال، عزیز و رشتہ دار، دوست و احباب، سب سے تعلقات ہیں، بلکہ ہر اس انسان کے ساتھ اس کا تعلق ہے جس سے وہ محلہ، وطن، قومیت، جنسیت یا اور کسی نوع کا علاقہ رکھتا ہے، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر حیوانات تک سے اس کے تعلقات ہیں اور ان تعلقات کے سبب سے اس پر کچھ فرائض عائد ہیں۔دنیا کی ساری خوشی، خوشحالی اور امن و امان اسی اخلاق کی دولت سے ہے، اسی دولت کی کمی کو حکومت و جماعت اپنے طاقت و قوت کے قانون سے پورا کرتی ہے، اگر انسانی جماعتیں اپنے اخلاقی فرائض کو پوری طرح از خود انجام دیں تو حکومتوں کے جبری قوانین کی کوئی ضرورت ہی نہ ہو، اس لئے بہترین مذہب وہ ہے جس کا اخلاقی دباؤ اپنے ماننے والوں پر اتنا ہو کہ وہ ان کے قدم کو سیدھے راستہ سے بھکنے نہ دے دنیا کے سارے مذہبوں نے کم و بیش اسی کی کوشش کی ہے اور دنیا کے آخری مذہب اسلام نے بھی یہی کیا ہے۔"(5)

اگر معاشرے کے تمام افراد صوفیاء کرام کی تعلیمات سے رغبت حاصل کر لے اور ان کے بتائے ہوئے اصولوں ضوابط پر عمل پیرا ہو جائیں اور اپنی حیات فانی کو ان کے طریقوں سے اپنی زندگی کو ڈھال لیں تو یقینی طور پر ان کی سیرت و کردار اخلاق و اطوار بدل جائیں گے معاشرے کے انفرادی یا اجتماعی اخلاقی بگاڑ کے خاتمے کے لیے اور ان کے کردار کی تطہیر کے لئے جہاں قرآن اور سنت کی تعلیمات مطلوب ہیں وہاں صوفیاء کرام کی صحبت بھی انسانی سیرت و کردار کے تغیرّ میں اہم نوعیت کا ذریعہ ہے۔صوفیاء کرام فضیلت اخلاق کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔

> "شیخ ابو محمد جریریؒ سے کسی نے سوال کیا کہ تصوف کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تصوف ہر اعلیٰ خلق کو اپنانے اور اخلاق رذیلہ کو ترک کر دینے کا نام ہے، حضرت ابن عطاء نے اپنے مریدوں سے پوچھا کہ بندوں کے مراتب کس چیز سے بلند

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

ہوتے ہیں؟ کسی نے جواب دیا صائم الدھر رہنے سے، کسی نے کہا کہ نماز میں مشغول رہنے سے، کسی نے جواب دیا مسلسل مجاہدہ کرنے سے، کسی نے کہا خیرات وصدقات دینے سے، آپ نے فرمایا صرف اسی کو بلند مراتب حاصل ہوتے ہیں جس کے اخلاق عمدہ ہوں۔"(6)

انسانی معاشروں میں انبیاء کرام، صالحین، صوفیاء کرام کا یہی تعلیم وتربیت میں کردار رہا ہے جنہوں نے اپنے اچھے کردار سے اچھے افراد، صالح گروہ اور پُرامن وپاکیزہ معاشرے پیدا کئے۔ دنیا میں محاسن اخلاق کا جو بھی سرمایہ ہے وہ صرف انہیں مقدس ہستیوں کے نفوسِ قدسیہ کی بدولت سے ہے جو حُسن اخلاق اور کمالات انسانی کی اعلیٰ مثال تھے، صوفیاء کرام کا طریقہ نوجوان نسل کی اخلاقی اور روحانی تربیت کے لئے ایک مؤثر مجرب نسخہ ہے صوفیاء کرام کی صحبت سے برے اخلاق اچھے اخلاق میں بدل سکتے ہیں اور روحانیت کی تکمیل سے معرفت الٰہی سے قرب الٰہی حاصل کر سکتے ہیں اس میں کسی بھی قسم کا شبہ نہیں کہ اسلامی تعلیمات کو پھیلانے کے لیے جس قدر جدوجہد صوفیاء کرام، اولیاء کرام نے کی ہے دوسرے کسی طبقے نے نہیں کی۔ اولیاءاللہ کی موجودگی قرآن وحدیث سے واضح شدہ ہے درج ذیل میں صوفیاء کرام کے تعارف کے کردار کی روشنی میں اخلاقی وروحانی تربیت کی تعلیمات پر اختصار سے روشنی ڈالی جائے گی۔

حضرت علی ہجویری حُسن خلق کی تین صورتیں بیان فرماتے ہیں:

1. حسن خلق اللہ کے ساتھ۔ ریاکاری کے بغیر اللہ کے احکام کی پیروی کی جائے۔
2. حُسن خلق مخلوق کے ساتھ۔ مراد بزرگوں کا احترام، چھوٹوں پر شفقت اور ہم جنسوں سے لالچ کے بغیر انصاف کر کے خود ان سے انصاف کا مطالبہ نہ کرے۔
3. حسن خلق اپنی ذات کے ساتھ۔ یعنی خواہشات نفسانی اور شیطان کی متبعت نہ کی جائے۔"(7)

شیخ ابوعبداللہ ساطیؒ سے کسی شخص نے پوچھا کہ اولیاءاللہ کی شناخت کیسے ہو سکتی ہے؟ ارشاد فرمایا:

"میٹھی زبان، خوش خلقی، خندہ پیشانی، مسکراتا ہوا چہرہ، خوہ مخواہ کسی سے نہ الجھنا، عفو ودرگزر کا شیوہ، لوگوں سے ہمدردی یہ اعلیٰ اوصاف جن میں پائے جائیں، وہ اولیاءاللہ ہیں"(8)

صوفی وہ ہے جو ہمیشہ باعمل وپُروقار رہتا ہے، اس کا ایک لمحہ بھی نیک مقاصد اور یادخدا سے خالی نہیں گزرتا در حقیقت تصوف روحانیت کے اہتمام کا نام ہے تصوف کی بنیاد یہ ہے کہ روحانیت کے ذریعہ سے انسان کی تربیت ہوتی ہے اور انسان روحانی تربیت سے مزین ہو کر خود بھی پُرسکون ہو جاتا ہے اور اپنے اوصافِ حمیدہ سے مخلوق خدا کو بھی امن وامان قائم رکھنے کا درس دیتا ہے۔ انسان روح اور جسم کے دو عناصر کا مرکب ہے کامل انسان وہی ہے جو ظاہری اور باطنی تضاد سے پاک ہو اپنی ظااہر و باطن کی تعمیر کے لیے بھی فکر مند ہو باطنی روحانیت کا ارتقاء سُنت نبوی ﷺ اور شریعت اسلامیہ پر منحصر ہے اسی لئے ایک مسلم سوسائٹی کے اچھے باشندے ہونے کے لئے تمام افراد کا دینی مزاج ومذاق سے ہم آہنگ اور شریعت کے حکم سے آزاد ہونا لازم وملزوم ہے۔ معاشرے کے تمام افراد اکائی کی حیثیت رکھتے ہیں جن پر سوسائٹی کی بنیادی عمارت رکھی گئی ہوتی ہے ملک میں بچوں اور نوجوانوں میں اخلاقی وروحانی تربیت کی بہت کمی ہے یہی وجہ ہے کہ مخلوقِ خدا کی مصروفیات غیر ضروری کاموں میں بہت زیادہ حد سے تجاوز کر گئی ہیں یہی وہ وجوہات ہیں جس کی شدت سے کمی محسوس کی جارہی ہے انسان کو چاہیے کہ صبر وتحمل رواداری اخلاقی وروحانی تربیت کا عمل موجودہ دور فتن میں معاشرے میں دینی اور اخلاقی روحانی تربیت کی بے حد کمی کی بنا پر ضرورت وقت ہے کہ اپنے معاشرے کی بقاوسلامتی کے لئے اپنے اور دوسروں کی روحانی اور اخلاقی تربیت کی جائے روح میں روحانیت اور اس قلبی بصارت وفراست کا نام ہے جو کہ ایمان کامل، تقویٰ کامل، عملِ کامل کے نتیجے میں ظاہر ہو۔

اسلام بظاہر تو ایک دین ہے مگر یہی دین فطرت ہے اور اصلاً مخلوق خدا کی دل کی آوازیں اور اس کے باطن کی پکار ہے لیکن معنوی طور پر دانائی حکمت وصداقت اور اخلاقِ حسنہ یہ ہے تمام مخلوقات خدا سے بہترین اخلاق سے پیش آنا بغیر کسی نظریہ حقارت کے تمام انسانوں سے مساوی سلوک کرنا درحقیقت روح اسلام ہے۔ روح اور جسم کیلئے جس قسم کی نشوونما بقا اور سلامتی کے لیے بنیادی مادی اشیاء کی ضرورت ہے ممکن ہے اسی طرح روح بھی غیبی خوراک اور ماحول کا تقاضا کرتی ہے اسی وجہ سے آپ ﷺ کو رحمت اللعالمین کو روح کے تقاضوں کی تکمیل کی واضح تعلیم دینے کے لیے بھیجا۔ تاریخ اسلام کے ادوار سے لے کر اب تک کے جتنے بھی ادوار گزرے ان میں صوفیاء کرام، علماء کرام روحانی آسودگی کا سامان کرتے رہے جس معاشرے کے افراد اخلاق

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

وروحانی سیرت وکردار کی حامل شخصیت ہوں وہ ایک مثالی معاشرہ کہلاتا ہے لیکن جس معاشرے کے افراد اخلاقی پستی کا شکار ہو جائیں وہ معاشرہ دن بدن زوال پذیری کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔

اخلاقی اور روحانی تربیت کے بغیر سیرت وکردار کو تقویٰ کامل تک نہیں پہنچایا جا سکتا مذہب میں عمل روحانی تربیت کے بغیر سیرت وکردار میں اعلی درجے کی بلندی وعظمت نہیں پیدا ہوتی جو کے ایک مثالی معاشرے کے لیے ضروری ہے روحانی تدارک تصوف کا ایک پہلو ہے تصوف روحانیت کے ایک مقام کا نام ہے روحانیت تصوف کی بنیاد ہے جس کے ذریعے انسان کی روحانی تربیت اور کردار کی نشو نما ہوتی ہے انسان روحانی تربیت کو پاکر عمل پیرا ہو کر آسانی سے پُرامن ہو جاتا ہے اور اپنی عملی زندگی سے لوگوں کو بھی یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تلقین کرتا ہے امن وامان کا درس دیتا ہے روحانیت کے حصول کے دورانیے میں صوفی اتنے محو ہو جاتے کہ اپنی جسمانی اور مادی ضرورتوں کو یکسر فراموش کر دیتے تھے۔ جب اسلام آیا تو اسلام نے پوری کائنات کو روحانی و مادی زندگی کے درمیان توازن برقرار رکھنے کی تعلیم دی اس اعتدال کے توازن کو انبیاء کرام، واولیاء کرام، صحابہ کرام، تبع تابعین اور سلف صالحین نے اختیار کیا تھا اس کے بعد وہ دور آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے خوشحالی کی ساتھ ساتھ آزمائش سے بھی نوازا مال ودولت کی فراوانی کی علم وعقل سے نوازا، ان تمام تر لوگوں کی توجہ مال ودولت کی طرف مائل ہو گئی اور کوئی علم وعقل کی باتوں یکجانب مائل ہوا، اس دوران کئی فرقے وجود میں آئے ان میں سے ایک فرقہ وہ تھا جو مال و دولت کی کثرت کو جمع کرنے میں لگ گیا۔

دوسرا فرقہ وہ تھا جو علم وعمل کے کارناموں میں اتنے محو ہو گئے اور ایسے الجھے کہ انہوں نے بہت سی دین حق کی چیزوں کو خود سے اخذ کر لیا جو کہ قرآن وسنت سے دور دور تک کوئی واسطہ نہ تھا اسی طرح فقہائے وقت بھی فقہی احکام میں ایسے اُلجھے کہ انہوں نے دین کے روحانی و باطنی پہلوؤں کو فراموش کر کے ساری جدوجہد ظاہری اور جسمانی پہلوؤں کے نظر کر دی۔ معاشرہ میں کوئی بھی ایسا موجود نہ تھا کہ جو کہ روحانی و باطنی تمام پہلوؤں کی طرف توجہ کرتا یا روحانی پہلوؤں کی طرف روشنی ڈالتا تھا اس وقت ایک طبقہ صوفیاء کرام کا وجود میں آیا جس نے دین کے روحانی پہلوؤں کو اُجاگر کیا اور انسانیت کے طریقے کو اپنا کر اپنے کردار میں سمو کر سب سے پہلے اپنے نفس کی اصلاح کی اور دوسروں کے نفوس کو بھی راہ راست پر لانے کی کوشش میں لگے رہے یہی وہ طبقہ تھا جو صوفیاء کرام کا تھا یہی وہ نفوس تزکیہ، اصلاحِ باطن والے، لوگ ہیں جو اپنے رب سے لو لگانے کے لیے ہر حال میں اپنے نفوس کیساتھ جہاد کر کے اپنے رب العزت کو راضی کرنا چاہتے ہیں اُن کو چاہیے کے ان صوفیاء کرام کی تعلیم سے سب سے پہلے اپنے دلوں کو روحانیت الٰہی سے منور کریں اپنے نفوس کا جائزہ لیں اپنے دل کی بیماریوں کو دور کریں روحانیت سے آباد کریں یہ سب صوفیاء کرام اور ولی اللہ کے مُقام کی تمام تر کاوشوں کا نتیجہ تھی۔

حضرت جنید بغدادیؒ خود فرماتے ہیں کہ:

> ”جس نے قرآن نہ پڑھا/یاد کیا، حدیث مبارکہ نہ لکھی/پڑھی، جو شریعت کا علم ہی نہیں جانتا، اس کی اقتداء نہ کرو اسے اپنا پیر نہ بناؤ یہ علم طریقت معرفت کتاب وسنت کا پابند ہے۔“(9)

حضرت بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ:

> ”جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو کہ وہ اللہ کا ولی، پیر، صوفی ہونے کا دعویدار ہے اور کرامت کے طور پر چار زانو بیٹھ جاتا ہے تو ایسے شخص سے دھوکا نہ کھانا جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ وہ فرض، واجب، مکروہ، حرام، حدود اللہ کی حفاظت اور آداب شریعت پر عمل کرنے میں کتنا پابند ہے۔“(10)

بہر حال تصوف کا مقصد یہ ہے کہ صوفیاء کرام اس عمل کے ذریعہ اپنے باطن کی اصلاح کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی دعوت دیتے ہیں کہ وہ قرآن وسنت کی تعلیمات پر سختی سے عمل کریں، جب باطن کی اصلاح ہو جاتی ہے تو انسان ہر قسم کے ظلم وستم گری سے باز آکر امن وامان کا گرویدہ بن جاتا ہے، دنیاوی زندگی کے فتنوں سے حتی الامکان اجتناب اللہ تعالیٰ کی محبت کو دل میں اُجاگر کر کے دل کو نفسیاتی آلائشوں سے پاک کرتا ہے۔

حضرت سید ابوالحسن احمد بن الحواری فرماتے ہیں کہ:

> ”من عمل عملا بلا اتباع سندر سول الله □م فباطل عملہ“(11)

> ”جو کوئی بھی چاہے کتنا بڑا پیر، ولی ہونے کا دعویدار ہی کیوں نہ ہو ایسا عمل کرے جو سنت رسول ﷺ کی اتباع میں نہ ہو تو اس کا عمل باطل ہے“

صوفیاء کرام، صالحات کے نزدیک اخلاق وروحانیت کی ضرورت اہمیت کیا ہے اسکے درجات ومراتب کیا ہیں؟اپنی تعلیمات، ہدایات اور عمل سے اخلاق فاضلہ اور روحانیت کے اعلیٰ درجات پر کیسے پہنچا جائے گا؟ان کے کیا اسباب ہونگے؟ان سب چیزوں کے پیدا کرنے پر انہوں نے کتنا زور دیا ہے؟اور اپنے خلفاء ومریدین کی تعمیر شخصیت کے لئے اخلاق حسنہ اور روحانیت اپنانے کو انہوں نے کتنا لازمی قرار دیا ہے؟ہر کسی سے لطف واحسان اور خلق ومروت سے پیش پیش آنا انکے نزدیک کتنا ضروری ہے؟

صوفیاء کرام کی آراء

صوفیاء کرام نے نوجوان نسل کی شخصی نشو ونما کے لئے محض زبانی وعظ ونصیحت پر زور نہیں دیا بلکہ محاسن اخلاق کا اور رہبرِ روحانیت کا ایک مخصوص پیکر اور نمونہ بن کر دکھایا ہے اعمالِ صالحہ اور اخلاق حسنہ اور رہبرِ روحانی کی بدولت وہ دلوں کے حاکم بنے اور لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے لگے نوجوان نسل کی تربیت کا طریقہ صوفیاء کرام نے مندرجہ ذیل میں بیان کیا ہے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں:

"جو کوئی بد خلقی کرتا ہے وہ اپنی جان کو ستاتا ہے۔"(12)

اس عبارت میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو کسی کے ساتھ بُرا سلوک کرتا ہے وہ اپنے لیے خود ہی تکلیف کا باعث بن جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ :

"انسان اپنے حُسن خلق کی وجہ سے جنت کے اعلیٰ درجے کو پہنچتا ہے اگرچہ عبادت نہ کرتا ہو اور بد خلقی کی وجہ سے اسفل طبقہ جہنم کو پہنچ جاتا ہے اگرچہ عابد ہو۔"(13)

اس قول سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ جو شخص خلقِ خدا پر مہربانی کرے اور اخلاق اعلی رکھتا ہو تو وہ جنت کے اعلیٰ مقام تک پہنچ جاتا ہے اگرچہ وہ عبادات میں لاپرواہی بھی کرتا ہو اور ایک وہ شخص ہے جو کہ عبادات تو کرتا ہو لیکن اسکا اخلاق اچھا نہ ہو تو وہ جنت کا حقدار نہیں ہوتا بلکہ وہ جہنم کے نچلے طبقے میں ہوگا۔

حضرت یحیٰ بن معاذ لکھتے ہیں کہ :

"حسن خلق روزی کا خزانہ ہے۔"(14)

اس قول سے یہ ثابت ہے کہ رزق میں بے برکتی کی ایک بنیادی علت بد اخلاقی ہے انسان اگر اخلاق اعلیٰ کی صفات کا حامل ہو تو اسکے رزق میں بے برکتی نہ ہو گی اچھے اخلاق کی وجہ سے لوگ اس کیطرف مائل ہوں گے۔

حضرت حارث محاسبی اخلاقیات کے متعلق بیان کرتے ہیں:

"ہم نے تین چیزیں گم کر دیں:ا۔ خلق کے ساتھ خوبصورتی 2۔امانت کے ساتھ اچھی بات ۳۔وفا کے ساتھ اچھا بھائی چارہ"(15)

آپؒ کے اس قول سے یہ بات مرکزی خیال ہے کہ انسان اوصافِ حمیدہ کے لحاظ سے بہترین ہو امانتوں کا محافظ ہو اور ایک اچھے انسان کے مابین اخوت ورواداری ہو لیکن ہم نے یہ تینوں چیزیں اپنے ظاہر وباطن سے فراموش کر دی ہیں۔

حضرت واسطی فرماتے ہیں:

"خلق عظیم یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی خوب معرفت کی وجہ سے نہ خود کسی سے جھگڑے اور نہ اس سے کوئی جھگڑے۔"(16)

مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سب سے عظیم اخلاق یہ ہے کہ نہ تو خود کسی سے عداوت ودشمنی پیدا کرے اور اپنا اخلاق ایسا بنائے کہ کوئی دوسرا شخص اسے لغو بات کہے تو اس انسان کو اپنے رب کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

صوفیاء کرام نے جن اخلاق رذائل سے اپنے اندر کو پاک کرنے کی تعلیم دیتے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

بدنیتی، ناشکری، جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت، بد دیانتی، غیبت و چغلی، بہتان، بد گوئی و بد گمانی، خوشامد و چاپلوسی، بخل و حرص، ظلم، فخر، ریا و نمود اور حرام خوری، وغیرہ۔

صوفیاء کرام جن اخلاق و روحانی چیزوں سے اپنے اندر کو سنوارنے کی تعلیم دیتے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

شکر، رضا، خشیتِ الٰہی، صبر و تحمل، اخلاصِ نیت، ورع و تقویٰ، عفو و درگزر، حلم و بردباری، تواضع و خاکساری، سخاوت و ایثار، خوش کلامی و خودداری، زہد، توکل، قناعت، فقر، یقین، جود و سخا، سماع، محبت، صحبت، حیاء، صدق، خلوت اور گوشہ نشینی، خشوع اور تواضع، محاسبہ تزکیہ نفس، مراقبہ، استقامت و استغناء و اخلاق حسنہ، خدمت خلق، گریہ وزاری، معرفت ربانی، فکر، قرب الٰہی کا حصول، مجاہدہ نفس، دنیا سے بے رغبتی وغیرہ کا استنباط کرتے ہوئے مختلف انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ درج ذیل میں صوفیاء عظام کے تعارف اور کردار کی روشنی میں روحانی و اخلاقی ضرورت و اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے ان باتوں کا قرآن وسنت اور صوفیاء کرام کی آراء کی روشنی میں تجزیہ کریں گے اور اختصار سے روشنی ڈالی جائے گی۔ چونکہ صوفیاء کرام قرآن وسنت کی رہنمائی کے بعد ہی اخلاقی و روحانی صوفیاء کرام کاملیت کو پہنچتے ہیں۔

صوفیاء عظام جن باتوں پر زیادہ زور دیتے ہیں، وہ یہ ہیں:

1۔ محبت الٰہی۔
2۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت۔
3۔ تزکیۂ نفس (اپنے نفس کو فضائلِ اخلاق سے آراستہ کرنا اور رذائلِ اخلاق سے پاک کرنا)۔
4۔ برداشت اور رواداری۔
5۔ خدمتِ خلق۔

محبت الٰہی

محبت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور بندہ کھیل کود میں مشغول رہنے والا ہے اپنی کوشش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت کو حاصل نہیں کر سکتا۔ محبت الٰہی صرف اطاعت اللہ و اتباع الرسول ﷺ کو نصیب ہوا کرتی ہے جن میں باشمول متقی، مؤمن، خوفِ الٰہی والے لوگ ہیں نفس کی پاکیزگی سے قرب الٰہی کا حصول ہوتا ہے اور جو انسان اپنے نفس کو ختم کرکے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے اور وہ اپنے نفس کو اللہ کی رضا کے تابع کرلیتا ہے۔ تم شب بیداری کا التزام کرو کیونکہ یہ تم سے پہلے کے نیک لوگوں کا راستہ ہے اور اس سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اور اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور انسان گناہوں سے رُکتا ہے بیزاری اور بیماری زائل ہوتی ہے۔ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی والدہ فرماتی تھیں اے بیٹے! تورات کو نہ سویا کر کیونکہ جو رات کو سوتا ہے وہ قیامت کے دن نیکیوں سے خالی ہاتھ آئے گا۔ جیسا کہ قرآن وحدیث سے بھی یہ بات ثابت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

”وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ“ (17)

”اور جو لوگ مومن ہیں، وہ سب سے زیادہ اللہ ہی سے محبت کرتے ہیں۔“

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”من أحب لله وأبغض لله و أعطى لله ومنع لله فقد استكمل الإيمان“ (18)

”جس شخص کا یہ حال ہو کہ وہ اللہ ہی کے لیے محبت کرے اور اللہ ہی کے لیے بغض رکھے اور اللہ ہی کے لیے دے اور کسی کو کچھ دینے سے اللہ ہی کے لیے ہاتھ روکے تو اس نے اپنے ایمان کو کامل کر لیا۔“

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

اس حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے اس شخص نے اپنا ایمان کامل کر لیا جس نے کسی شخص سے اللہ رب العزت کیلیے محبت رکھی اور اللہ رب العزت کیلیے ہی بغض رکھا مطلب یہ ہے کہ اسکے برے کاموں میں اسکا ساتھ نہ دیا)۔ اور صوفیاء عظام اسی محبت کو اپنے دل میں اور اپنے مریدین کے دل میں پیدا کرنے کے لیے مجاہدے اور ریاضت کرتے ہیں اور کراتے ہیں۔

محبت الٰہی صوفیاء کرام کی نظر میں

صوفیاء کرام اپنی تمام تر تعلیمات میں سے جس چیز پر سب سے زیادہ زور دیتے ہیں وہ عشق حقیقی ہے، کیونکہ عشق و محبت ایک ایسی چیز ہے جو محب کو اپنے محبوب کی اطاعت پر مجبور کرتی ہے اور اس کی معصیت سے روکتی ہے اور محبت کرنے والے کے دل میں محبوب کی رضا کی خاطر ہر مصیبت وایذا کو خندہ پیشانی واطمینان قلب سے برداشت کرنے کی قوت پیدا کرتی ہے، اور محبت ایسی چیز ہے جو محب کو مجبور کرتی ہے کہ وہ ایسا عمل کرے جس سے محبوب راضی رہے اور ہر اس عمل و کردار سے باز رہے جس سے محبوب ناراض ہو، چنانچہ صوفیاء عظام اگرچہ عبادت، ریاضت زہد، تقویٰ، اور مجاہدے اختیار کرتے ہیں تو ان کا مقصد صرف اور صرف خدا کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتا ہے۔ وہ جنت یا جہنم کی لالچ کے خوف سے خدا کی بندگی نہیں کرتے تھے بلکہ اس سے محبت کیوجہ سے اسکی بندگی کرتے تھے۔

حضرت **"رابعہ بصری"** اپنی ایک دعا میں فرماتی ہیں:

> "خدایا! اگر میں تیری بندگی جنت کے لیے کرتی ہوں تو مجھے اس سے محروم رکھنا، اگر میں جہنم کے خوف سے تیری عبادت کرتی ہوں تو مجھے اس میں جھونک دینا، لیکن اگر میں تیری بندگی تجھے پانے کے لیے کرتی ہوں تو مجھے اپنے آپ سے محروم نہ رکھنا۔" (19)

محبوب کی رضامندی ڈھونڈو محبوب سے محبوب کے سوا کی تمنا کرنا افسوس کی بات ہے۔

"امام ربانیؒ" فرماتے ہیں:

> "مقربین بارگاہِ الٰہی (یعنی صوفیاء کرام حضرات) اگر بہشت چاہتے ہیں تو اس لیے نہیں کہ ان کا مقصد نفس کی لذت ہے، بلکہ اس لیے کہ وہ خدا کی رضا کی جگہ ہے۔ اگر وہ دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں تو اس لیے نہیں کہ اس میں رنج والم ہے، بلکہ اس لیے کہ وہ خدا کی ناراضی کی جگہ ہے، ورنہ ان کے لیے انعام اور رنج والم دونوں برابر ہیں، ان کا اصل مقصود رضائے الٰہی ہے۔" (20)

"شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ" فرماتے ہیں:

> "اے موتی جیسے انسان! اپنے اندر خدا کی محبت کا الاؤ جلا دے، یہ راہ اختیار کرو گے تو تمہارا الین دین کامیاب ہو گا" (21)

مزید لکھتے ہیں:

> "خدا سے عشق کرنے والے اسے کبھی نہیں بھلاتے، کبھی عشق و محبت کی آہ بھرتے ہوئے ان کی روحیں پرواز ہو جائیں گی" (22)

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و محبت

حضور ﷺ کی محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ اللہ رب العزت پر ایمان لانے کے بعد اللہ پاک نے ایمان کی تکمیل نبی پاک ﷺ کو ٹھہرا دیا۔ کہ جب تک اللہ تعالی کے رسول پر ایمان نہ لاؤ گے ایمان کامل نہ ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و محبت اور اُن کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کے بغیر معرفت الٰہی اور نجات کا حصول ناممکن ہے، ایک مومن کے دل میں آپ ﷺ کی محبت کا معیار اور اطاعت الرسول کا پیمانہ کیا ہونا چاہئے؟ اس امر کو قرآن مجید میں اللہ تعالی نے اور حضور ﷺ نے خود اپنے ارشادات عالیہ کی روشنی میں واضح فرمادیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے کہ:

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" (23)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

"اے پیغمبر ﷺ آپ ان کو بتا دیجیے کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، نتیجے میں اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔"

ارشادات قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کا ایمان کامل اس وقت تک نہیں ہو سکتا، جب تک رسول اللہ ﷺ کیساتھ ہر چیز سے زیادہ محبت نہ ہو جائے اور اپنی ساری خواہشات رسول اللہ کے فرمان کے تابع نہ بنا لے۔

چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"لایؤ من أحدکم حتّٰی أکون أحب إلیہ من والدہ وولدہ والناس أجمعین (24)"

" تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب نہ رکھے۔"

یعنی والدین، میاں، بیوی، اولاد، بہن، بھائی، دوست احباب، عزیز و اقارب، خونی رشتے، خاندان، اور دنیا کی کسی بھی شے کی محبت جو انسان کے دل کو محبت سے مزین کرے، وہ چیز مرغوب و محبوب ہو جس کی طلب، سے رغبت اور محبت کی طرف انسان مائل ہو اور جھکاؤ ہوتا ہو، ان سارے میلانات اور رجحانات کی رغبت سے بڑھ کر حضور ﷺ سے محبت کرنا ایمان ہے گویا جب تک کسی مسلمان کے دل میں کائنات اور عالم خلق کی ساری محبتوں سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ کی محبت نہ ہو تو وہ مومن نہیں ہو سکتا۔

اطاعت و محبت کے بارے میں صوفیاء کرام کے اقوال

"لایؤمن أحکم حتّٰی یکون ھواہ تبعاً لما جئت بہ ۔"(25)

"تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات میرے لائے ہوئے طریقے کے مطابق نہ ہوں"

امام ربانی **"شیخ احمد سرہندیؒ"** ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اس نعمتِ عظمیٰ یعنی معرفت خداوندی تک پہنچنا سید الاولین والآخرین اکی اتباع سے وابستہ ہے، آپ اکی اتباع کیے بغیر فلاح و نجات ناممکن ہے"(26)

"محال است سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز درپئے مصطفیٰ ﷺ"(27)

اے سعدی! یہ ناممکن ہے کہ آنحضرت کی پیروی کیے بغیر خدائی معرفت اور تصفیہ قلب حاصل ہو سکے۔

امام قشیری اپنی کتاب (رسالہ قشیریہ) میں "**ایک صوفی** کا قول نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"پاکیزہ اور صاف محبت کا نام "حُب" ہے کیونکہ عرب دانتوں کی سفیدی اور تروتازگی کے لئے "حب الاسنان" کا لفظ بولتے ہیں۔"(28)

مصنف اپنی (کتاب اللمع فی التصوف) میں **"ابو یعقوب السوسیؒ"** کا قول نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"محب اپنی محبت میں اس وقت تک سچا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ احساس محبت سے احساس محبوب تک نہ پہنچ جائے اور اسکو اپنی محبت کا علم تک بھی نہ رہے جب محب، محبت، محبوب میں یہاں تک رسائی حاصل کرے تو سمجھ لو کہ اسکی محبت مکمل اور بے کدورت ہے اور وہ محب ہے بغیر محبت کے۔"(29)

تزکیہ نفس

تزکیہ نفس جانچ پڑتال اور جائزہ کا نام ہے تزکیہ نفس کے لیے تین چیزوں پر قابو پانا اشد ضروری ہے۔حُب دنیا،حُب شہوت،حُبِ انا،ان خامیوں کہ خاتمے کا نام تزکیہ نفس ہے۔ قلتِ طعام، قلتِ منام، قلتِ کلام، قلتِ صحبت یہ بھی تزکیہ نفس کے تحت آتا ہے۔

حب دنیا

نفس کے اندر جو یہ خامی ہے اسکے اندر دنیا کی محبت موجود ہے دنیا کی محبت جب افراط کیطرف مائل ہو جائے یا اس میں حرص ولالچ آجائے تو تصوف کا یہ روحانی عمل حب دنیا افراط حرص ولالچ کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

حب شہوت

انسانی جسمانی فطرت میں شہوت کے نظام کے اندر بعض اوقات زیادتی وافراط ہو جاتی ہے تصوف تزکیہ نفس کی شکل میں اسکا علاج بھی فراہم کرتا ہے۔

حب انا

انا کو ختم کرنا اللہ تعالی نے انسان کی فطرت ایسی بنائی ہے کہ بندہ اپنے اوپر کوئی عذر نہیں آنے دیتا اگرچہ وہ قصور آور ہو بھی تو تنقید کے سوال کو نا پسند کرتا ہے۔

تزکیہ نفس ازروئے قرآن

”رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ وَیُزَکِّیۡهِمۡ ؕ “(30)

”اے ہمارے پروردگار! میری اولاد میں ان میں سے ہی ایک رسول بھیج، جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے اور اُنہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کے اندر کا تزکیہ کرے۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے ظاہر ہے کہ کسی نبی کی بعثت، تلاوتِ آیات اور تعلیم کتاب وحکمت کا اصل مقصد لوگوں کے اندر تزکیہ پیدا کرنا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت کے مقاصد بتاتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا:

”ہُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ ٭ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ“(31)

”اللہ تعالی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان میں سے ایک رسول بھیجا، جو اُنہیں خدائی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور اُنہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔“

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو خدائی آیات سنائیں، ان کا تزکیہ کریں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیں۔ لیکن غور کیا جائے تو واضح ہو گا کہ نبی پاک ﷺ کی بعثت کا اصل مقصد تزکیہ ہی تھا، کیونکہ تلاوتِ آیات و تعلیم کتاب وحکمت کا اصل مقصد تو تزکیہ ہی ہے، کیونکہ اگر تعلیم سے تزکیۂ قلب وتطہیر نفس حاصل نہ ہو تو تعلیم و تعلم، درس وتدریس سب فضول ہے، جیسا کے بھٹائی صاحبؒ کے مذکورہ شعر سے واضح ہوتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشادِ باری ہے:

”قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰهَا ۪ۙ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰهَا“(32)

”بے شک وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور وہ ناکام ونامراد ہو گیا جس نے اپنے نفس کو مٹی آلود کر دیا۔“

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

ارکانِ اربعہ کا اصل مقصد تزکیہ و تطہیر قلب ہی ہے، جس کا صوفیاء کرام درس دیتے ہیں اگر اسلام کے بنیادی ارکان (نماز، روزہ، زکوۃ، اور حج) پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ قرآن و سنت نے ان کا مقصد ہی تزکیہ نفس و تطہیر قلب بتایا ہے۔ زکوۃ، صدقات وانفاق فی سبیل اللہ کا اصل مقصد انسان کے اندر کا تزکیہ ہے۔ چنانچہ سندھ کے سداحیات اور آفاقی شاعر، شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ فرماتے ہیں:

> "اے دوست! چاہے ایک حرف" الف" ہی پڑھ لو، لیکن اپنے اندر کو پاک و صاف کر لو۔ اگر اندر کا تزکیہ و تطہیر نہیں کرتے تو زیادہ پڑھنے اور ورق گردانی کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔"(33)

صبر و تحمل

کسی بات پر قائم رہنا، شکایت نہ کرنا آزمائش کے وقت بے سکون اور مضطرب نہ ہونا اور وقت فقر میں کشائش کا انتظار کرنا ہے۔ اصطلاح میں ہر پریشانی میں ثابت قدم رہنا اور دل کی مضبوطی کے ساتھ پریشانیوں پر قابو پانا صبر ہے۔ صبر کے لغوی معنی ہیں۔

> "بہادری سے برداشت کرنا" کے ہیں۔"(34)

صبر کو ایمان سے وہ نسبت حاصل ہے جو سر کو بدن سے ہوتی ہے جس طرح بغیر بدن کے سر نہیں ہوتا اسی طرح جس انسان میں صبر نہ ہو اسکا ایمان بھی نہیں ہوتا۔

صبر کے بارے میں صوفیاء کرام کے اقوال

صوفیاء کرام کے دستور العمل کا ایک اور اہم امر صبر ہے۔ امام قشیری اپنی کتاب (رسالہ قشیریہ) میں **"حضرت جنید بغدادیؒ"** کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "مومن کے لئے دنیا سے آخرت کی طرف جانا بہت آسان ہے مگر اللہ عزوجل کی خاطر مخلوق سے جدائی بہت مشکل ہے اور نفس سے اللہ عزوجل کی طرف جانا بہت مشکل ہے لیکن اللہ عزوجل کے ساتھ رہنا اور بھی مشکل ہے۔"(35)

شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب (عوارف المعارف) میں **"حضرت جنید بغدادیؒ"** یوں رقم طراز کرتے ہیں:

> "اللہ تعالی نے مومنوں کو ایمان کے ساتھ مشرف فرمایا اور ایمان کو عقل کے ساتھ معزز فرمایا اور عقل کو صبر کے ساتھ عزت عطا فرمائی چنانچہ ایمان مومن کی زینت ہے عقل ایمان کی زیب و زینت ہے اور عقل صبر سے آراستہ ہے۔"(36)

صبر کبھی نفس فعل اور اسکے احتمال پر اور کبھی بدلے پر ہوتا ہے اور اس میں ایمان کا کمال ہے۔ مصیبت میں خندہ پیشانی، صبر واستقامت سے کام لیں اور تسلی اور اطمینان کے ساتھ شریعت پر قائم رہے اور شکوہ و شکایت سے بچے قرآن حکیم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی، حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند یوسف علیہ السلام سے فراقت اور ابتلاء میں حضرت ایوب علیہ السلام کی پامردی واستقلال کے تفصیلی تذکرہ صبر کے عظیم نمونے اور صابروں کیلئے کامرانیاں ہیں اور اللہ کریم نے اپنی کتاب میں اہل ایمان کو صبر کا حکم دیا ہے۔

معرفت ربانی

معرفتِ ربانی کیلیے تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن اشد ضروری ہے کہ اسی کے سبب انسان کو معرفت ربانی کا حصول ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے انسانی تخلیق کی غرض وغایت ہی معرفت رب کو قرار دیا ہے۔ علم سے اللہ کی معرفت آتی ہے اور معرفت سے اللہ کا ڈر مگر افسوس ہم معرفت الٰہی کا علم حاصل کرنا ہی نہیں چاہتے۔ اگر ہم اپنی زندگی کو معرفتِ نفس کو جاننے میں لگادیں اور صرف اللہ پاک کو راضی رکھنا بنالیں تو ہمارے دل کبھی بے سکوں نہیں ہو سکتے۔ معرفت ربانی کے بارے میں صوفی امام "ابوالقاسم قشیریؒ "فرماتے ہیں:

> "جس نے اللہ کو پہچان لیا اس کے دل سے مخلوق کا خوف اور اشیاء کی رغبت ختم ہو جاتی ہے۔"(37)

ورع

ہر قدم پر اپنے نفس کا محاسبہ کرنا، کسی کی عیب گوئی نہ کرنا اور اپنے تمام اعضا کے تعلق محرمات میں واقع ہونے کی جستجو کرنے کا نام ہے۔ یہ سلوک کا دوسرا مقام ہے ہر مشتبہ چیز کو ترک کر دینا ورع کہلاتا ہے اسکی تعظیم بھی قرآن وسنت میں دی گئی ہے۔ حلال و حرام کی دو حدوں کے درمیان کچھ ایسی چیزیں ہیں جن پر نہ تو حلال کا حکم صادق آتا ہے اور نہ حرام کا ان اشیاء کو مشتبہات کہتے ہیں ان سے پرہیز کرنا سالک کے لئے ضروری ہے۔ مومنین ورع کا ہمیشہ خیال رکھتے ہیں کیونکہ ورع سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے مثلاً محرمات و ممنوعات سے اجتناب کرنا ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے لیکن تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ مشکوک چیزوں سے بھی خود کو بچایا جائے۔ کوئی شخص اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک گناہ میں پڑنے کے ڈر سے وہ چیز نہ چھوڑ دے جس میں گناہ کا اندیشہ ہو۔

ورع کے بارے میں صوفیاء کرام کے اقوال

امام قشیری اپنی کتاب (رسالہ قشیریہ) میں **"حضرت ابو سلیمان دارانیؒ "** کا قول منقول ہے:

"ورع، زہد کا آغاز ہے جس طرح قناعت، رضا کا ایک کنارہ ہے۔"(38)

شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب (عوارف المعارف) میں **"شیخ یحیٰ بن معاذؒ "** کا قول لکھتے ہیں:

"ورع یہ ہے کہ علم کی حد پر کسی تاویل کے بغیر قائم رہا جائے۔"(39)

ابو نصر سراج طوسی اپنی کتاب (کتاب اللمع فی تصوف) میں **"ابو بکر شبلیؒ"** کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"تیرا قلب ایک لمحے کے لئے بھی اللہ کی یاد سے غافل نہ رہے یہی ورع ہے۔"(40)

مندرجہ بالا اقوال صوفیاء کرام سے یہ واضح ہوا ہے کہ خود کو ہر وقت ذکر اللہ میں مشغول رکھنا اپنے منہ سے ہمیشہ سچی بات کہنا اور اپنے تمام کام اپنی تمام جدوجہد کو اللہ سبحانہ وتعالی کے سپرد کرنا ورع ہے۔

زہد

جو شخص دنیا کی فضولیات کو چھوڑ دے اور آخرت کو ترجیح دے تو وہ شخص دنیا میں زاہد ہے اور زہد اختیار کرنے والے کا درجہ یہ ہے کہ انسان اللہ کے علاوہ ہر چیز حتی کہ آخرت سے بھی اعراض کرے یہی زہد ہے۔

زہد کے بارے میں صوفیاء کرام کے اقوال

امام قشیری اپنی کتاب (رسالہ قشیریہ) میں **"حضرت ابو عثمانؒ"** نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے رقمطراز کرتے ہیں:

زہد یہ ہے کہ تم دنیا کو ترک کر دو پھر اس بات کی پرواہ نہ کرو کہ اسے کس نے حاصل کیا۔"(41)

شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب (عوارف المعارف) میں **"شیخ سری سقطیؒ"** کا قول بیان کیا گیا ہے:

"زہد دنیا سے منسوب سب نفسانی خواہشیں ترک کرنے کا نام ہے، خواہ یہ خواہش مال و جاہ کی ہو یا لوگوں میں بڑائی، عمد وشہرت اور نیک نامی کے حصول کی۔"(42)

ابو نصر سراج طوسی اپنی کتاب (کتاب اللمع فی التصوف) میں **"یحی بن معاذؒ"** کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"دنیا ایک دلہن کی مانند ہے جس نے ایک بار اسکا قرب حاصل کیا پھر اس سے دور نہیں ہوا مگر زاہد کی پہچان یہ ہے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے وہ اس عروس جہاں کے چہرے کو مسخ کرتا ہے اس کے بال نوچتا ہے اور اسکے کپڑے پھاڑتا ہے مگر ایک کامل و راسخ زاہد کا مقام یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب جل جلالہ کی محبت میں اس قدر محو ہوتا ہے کہ وہ اِس دنیا کی آراستہ و پیراستہ صورت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔"(43)

مندرجہ بالا وضاحت سے یہ ثابت ہوا ہے کہ بندے کو چاہیے کہ اگر بندہ دنیا میں رہے تو وہ اپنے دل میں اللہ کو یاد کرے اور دنیا اسکے دل کے میں نہ رہے یعنی دنیاوی تمام خواہشات کو رد کر دے فقط اپنے رب کی یاد میں محو رہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

خشیت الٰہی

خشیت الٰہی سے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے اور دل اللہ کا خوف محسوس کرتا ہے کہ جب انسان کا دل نفسانی خواہشات سے پاک ہو جاتا ہے تو وہ خشیت الٰہی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور وہ دل کبھی بھی اللہ کہ خوف سے غفلت میں نہیں رہتا۔ اُمید اور خوف دو لگا میں ہیں جن کے ذریعے ایسے شخص کو قابو کیا جا سکتا ہے جس کے قلب میں جمال حق ظاہر نہ ہو اور جس نے دل سے اس کے جمال حق کا مشاہدہ کر لیا خوف ورجاء سے بالا تر ہو گیا۔ سیدنا امام زین العابدین علی بن حسین ان کا دل خشیت الٰہی سے بیزار رہتا تھا اور اکثر آپ خوف الٰہی سے بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔

خشیت الٰہی کے بارے میں صوفیاء کرام کے اقوال

کتاب (رسالہ قشیریہ) میں **"حضرت ابو حفصؒ "** کا قول نقل کرتے ہوئے مصنف بیان کرتے ہیں:

"خشیت اللہ کا کوڑا ہے جس کے ذریعے اللہ عزوجل اپنے دروازے سے بد کے ہوئے لوگوں کو سیدھا کرتا ہے۔"(44)

شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب (عوارف المعارف) میں **"حضرت ذالنونؒ"** مصری کا قول لکھتے ہیں:

"عاشق کو محبت کا جام اس وقت پلایا جاتا ہے جب خوف اس کے دل کو پختہ اور مضبوط بنا دیتا ہے۔"(45)

ابو نصر سراج طوسی اپنی کتاب (کتاب اللمع فی التصوف) میں **"ابو بکر شبلیؒ "** یوں رقمطراز ہیں:

"خشیت کا مطلب اللہ سے اس خدشے کے تحت ڈرتے رہنا ہے کہ کہیں وہ بندے کو اپنے سے دور نہ کر دے۔"(46)

صوفیاء کرام نے اپنے مریدین اور عوام الناس کی تربیت کے لئے خشیت الٰہی پر بہت زور دیا اور اللہ سے ہر وقت ڈرتے رہنے کی تلقین فرمائی اور مخلوقِ خدا کا خوف دل سے نکالنے کی ترغیب دی ہے۔

یقین و توکل

توکل کے لفظی معنی یہ ہیں بھروسہ کرنا اور اصطلاح معنی کے رب کی ذات اقدس پر کامل بھروسہ کرنے، اعتماد کرنے کے ہیں توکل کی حقیقت اصلاًیہ ہے کہ بندہ اپنے اوامر اللہ کے سپرد کرے اور تسلیم خم کا رویہ اختیار کرے اپنے پروردگار کے وعدہ پر مطمئن ہو کر راضی رہے پر سکون رہے انسان کے باطنی عقائد کی بنیاد اعتماد پر ہے بلاشبہ یقین ایمان کی پختگی کا دوسرا نام ہے عام طور پر انسان بیرونی عناصر اور ماحولیاتی اثرات کے باعث بعض اوقات تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے۔ توکل وہ واحد راستہ ہے جس کے ذریعے آگ کو ٹھنڈا کر دیا جاتا ہے،، جس کہ ذریعے دریا میں راستہ بنتا ہے، جو **"یوسف ؑ کو یعقوبؑ"** سے ملوا دیتا ہے جو شدید طوفانوں میں **"کشتی نوحؑ"** پار لگا دیتا ہے۔ جو گھوڑوں کو پانی پر دوڑا دیتا ہے تو کیا تم اپنے اس رب پر توکل نہیں کرو گے جو ناممکن کو ممکن کرنے پر کارساز ہے۔

توکل کے بارے میں صوفیاء کرام کے اقوال:

توکل کے بارے میں امام قشیری اپنی کتاب (رسالہ قشیریہ) میں **"حضرت سہل بن عبداللہ"** کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

توکل کا پہلا مقام یہ ہے کہ بندہ اللہ کے سامنے اس طرح ہو جس طرح مردہ غسل دینے والے کہ سامنے ہوتا ہے وہ اسے جس طرح چاہے الٹ پلٹ کرتا ہے اس (میت) کے لئے کوئی حرکت کوئی تدبیر نہیں ہوتی۔ (47)

یقین کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ جب یہ دل تک پہنچتا ہے تو دل کو نور سے بھر دیتا ہے اور اس سے ہر شک کو دور کر دیتا ہے نیز اسکے ذریعے دل شکر اور اللہ عزوجل کے خوف سے بھر جاتا ہے۔ (48)

شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب (عوارف المعارف) میں **"شیخ جنید بغدادیؒ"** کا قول مذکور ہے:

"توکل یہ ہے کہ تم اللہ کے سامنے اس طرح رہو گویا کہ تمہارا کوئی وجود نہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنی ابدی و ازلی صفات کے ساتھ تمہارے سامنے ہے۔"(49)

ابو نصر السراج الطوسی اپنی کتاب (کتاب اللمع) فی التصوف میں **"ذوالنون مصری"** کا قول منقول ہے:

"تدبیر نفس کو ترک کرنے اور ہر طرح کے خوف و قوت سے بے نیاز رہنا ہی توکل ہے۔"(50)

"جب بندہ یقین کے تمام حقائق کو پالے تو آزمائش اسکے لئے نعت اور خوشی مصیبت بن جاتی۔" (51)

مندرجہ بالا توکل کو قرآن و حدیث اور صوفیاء کرام کے اقوال کی روشنی میں بحث کرنے سے ثابت ہوا صوفیاء عظام کے نزدیک توکل یہ ہے کہ صرف ذات واحد پر بھروسہ کیا جائے اور مادی تعلقات پر اعتماد نہ کرے وہی اللہ تمہیں ہر لحاظ سے کافی ہے توکل سے معرفتِ توحید کا حصول ہوتا ہے اور حقائق منکشف ہوتے ہیں تدبیر ہو یا کوشش سبھی کی کامیابی مشیت الہی پر ہے۔

توکل میں درج ذیل یہ باتیں قابل توجہ ہیں:

۱۔ ملے تو شکر ادا کرے نہ ملے تو صبر کرے۔

۲۔ حصول و عدم حصول دونوں اس کی نظر میں یکساں ہوں۔

۳۔ نہ ملنے پر اس وجہ سے شکر کرے کہ اللہ نے اس کیلئے یہی پسند کیا ہے تو مجھے بھی یہی پسند ہے۔

۴۔ توکل اللہ کی کارسازی پر خوش ہونا (رہنا) ہے۔

۵۔ نفس کی تدبیر کا ترک اور اپنی قوت اور غلبہ کا سہارا چھوڑ دینا توکل ہے۔

۶۔ اللہ تعالی کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لینا توکل ہے۔

۷۔ غیر اللہ سے اُمید و بیم منقطع کرنے کا نام توکل ہے۔

۸۔ توکل یہ ہے کہ اپنی تدبیر کو راہ خدا میں فناء کر دے اور اللہ تعالی جو تیرا ضامن و مددگار ہے راضی رہے۔،،(52)

شکر

شکر کے لغوی معنی "کسی کے کیے گئے احسان و بھلائی پر اسکی تعریف کرنا شکریہ ادا کرنا، شکر کرنا" کے ہیں۔

"اصطلاحِ شریعت میں شکر کا مفہوم یہ ہے کہ تھوڑی سی نیکی پر پورا اجر ملے اور ہر نعمت اور انعام کی قدر شناسی کی جائے۔"(53)

شکر کے بارے میں صوفیاء کرام کے اقوال

امام قشیری اپنی کتاب (رسالہ قشیری) میں **"حضرت جنید بغدادیؒ"** کا قول نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"حضرت سری سقطی جب مجھے کوئی نفع پہنچانا چاہتے تو مجھ سے پوچھتے ایک دن انھوں نے مجھ سے فرمایا: اے ابوالقاسم! شکر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ کی نعمت کو اس کی نافرمانی کے لئے استعمال نہ کیا جائے انھوں نے پوچھا: آپکو کیسے معلوم ہوا؟ میں نے کہا: "آپکی ہم نشینی سے۔"(54)

شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب (عوارف المعارف) میں **"شیخ یحیی بن معاذؒ"** کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اگر تم شکر ادا کرتے ہو تو حقیقی معنوں میں شکر ادا نہیں کرتے، اس لئے کہ شکر کی انتہا حیرت ہے بہر حال اللہ کا شکر ادا کرنا بھی اللہ کی ایک نعمت ہے اور اس نعمت پر شکر کرنا واجب ہے۔"(55)

الغرض ہمیں اپنے محسن رہنماؤں کا اور بالخصوص اللہ رب العزت کا شکر ادا کرنے کی ترغیب دی گئی ہر حال میں چاہے فقر و فاقہ ہو یا کوئی ابتلاء ہو ہر کام میں رب العزت کی مصلحت جان کے شکر بجالائے۔

JAHAN E TAHQEEQ جہانِ تحقیق
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

رضا

رضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنی مخلوق کیلئے روزِ اوّل سے مقرر فرمادیا ہے۔اسکا قلب اس پر مطمئن اور راضی ہونا چونکہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اسکے لئے منتخب کیا ہے اس سے بہتر کوئی انتخاب نہیں چنانچہ اس میں اپنی رضامندی ظاہر کرنا کسی بھی قسم کی ناراضگی وناپسندیدگی کا اظہار نہ کرنا رضا ہے۔

رضا کے بارے میں صوفیاء کرام کے اقوال

امام قشیری اپنی کتاب (رسالہ قشیریہ) میں **"حضرت عبدالواحد بن زیدؒ "** کا قول نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

"رضا اللہ عزوجل کا بہت بڑا دروازہ اور دنیا کی جنت ہے۔"(56)

شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب (عوارف المعارف) میں **"حضرت ذوالنون مصریؒ"** کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قسمت کے فیصلے پر دل کے خوش ہو جانے کا نام رضا ہے۔" (57)

ابو نصر السراج الطوسی اپنی کتاب (کتاب اللمع فی التصوف) میں **"حضرت ذوالنون مصریؒ"** کا قول نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"اللہ کی قضا پر قلب کا مسرور ہو جانا رضا ہے۔"(58)

مندرجہ بالا رضا کی تفصیل سے واضح ہوا ہے کہ جو کوئی اللہ کے حسن انتخاب پر کامل بھروسہ کرتا ہے اسے اللہ کے عطا کردہ حال سے بڑھ کر کسی اور چیز کی طلب نہیں ہوتی اور نہ ہی زیادہ کی چاہ ہوتی ہے وہ رب کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اس کی رضا پر راضی رہتا ہے۔

فقر

فقیر وہ ہے جو اُس چیز کا محتاج ہو جسکا وہ مالک نہ ہو جس چیز پر وہ اپنا اختیار نہ رکھتا ہو اور تمام لوگ اللہ عزوجل کے فقیر ہیں بے شک وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے.امام قشیری اپنی کتاب (رسالہ قشیریہ) میں **"حضرت ابراہیم قصارؒ"** کا قول نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"فقر ایک لباس ہے جب بندہ اس حقیقت میں داخل ہو جائے تو اس سے رضا پیدا ہوتی ہے۔"(59)

شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب (عوارف المعارف) میں **"یحیٰ بن معاذؒ"** کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فقر کی حقیقت یہ ہے کہ درویش اللہ کے سوا ہر ایک سے مستغنی اور بے نیاز ہے۔"(60)

فقر کے بارے میں بحث کرنے سے جو نتیجہ ثابت ہوا ہے وہ یہ ہے کہ تنگی میں بھی تیرے پاس جو کچھ بھی ہے وہ تیری ذات کے لئے نہ ہو بلکہ اسکو اپنے رب کی پاک راہ میں صرف کردے۔

توبہ

توبہ صادقہ ہے جس کا اثر تائب کے اعمال میں ظاہر ہو اور اس کی زندگی اطاعت اور عبادات سے معمور ہو جائے اور وہ گناہوں سے باز رہے۔توبہ کے اصطلاحی معنی اللہ کیطرف رجوع کرنے،لوٹنے اور معصیت الٰہی سے باز آنے کے ہیں یعنی جن افعال سے اللہ نے منع فرمایا اس سے بخوف الٰہی باز آجانا توبہ ہے۔ عام الفاظ میں گناہوں کو چھوڑنا اور ان سے باز آنے کا نام توبہ ہے۔امام قشیری اپنی کتاب (رسالہ قشیریہ) میں **"حضرت سہل بن عبداللہؒ"** کا قول نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"تو به لیت و لعل کو ترک کرنے کا نام ہے ۔"(61)

شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب (عوارف المعارف) میں **"شیخ رویمؒ "** کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"توبہ کے معنی یہ ہیں کہ توبہ سے توبہ کی جائے۔"(62)

حضرت داتا علی ہجویریؒ اپنی کتاب (کشف المحجوب) میں **"حضرت والنون مصریؒ "** کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"توبة العوامر من الذنوب وتوبة الخواص من الغفلة"(63)

"عوام کی توبہ گناہ سے بچنا ہوتا ہے اور خواص کی توبہ غفلت سے بچنا ہوتا ہے۔"

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اسکی زندگی اللہ رب العزت کی دی گئی تعلیمات کے ساتھ مزین ہو جائے وہ غفلت کے اندھیروں سے نکل آئے زندگی میں آخرت کو دنیا پر فوقیت مل جائے زندگی میں اس نوعیت کی تبدیلی آئے کہ جس سے انسان کا ظاہر و باطن سنور جائے اسکا نقطہ آغاز توبہ ہے توبہ غفلت کا احساس پیدا ہو جانے کا نام ہے توبہ اس شعور کی بیداری کا نام ہے کہ جس میں بندے کو یہ احساس ہو جائے کہ اسکی زندگی ہلاکت، گھاٹے اور خسارے میں ہے معصیت الٰہی کے سبب اپنی آخرت برباد کر رہا ہے اس خسارے و نافرمانی کے فہم و ادراک کا احساس پیدا ہو جانا اور اللہ سے دور ہونے اور اسکی قربت سے محروم ہونے کا شعور بیدار ہو جانا **"توبہ "** ہے۔

مراقبہ

مراقبہ کا مطلب "فیض کا انتظار کرنا" ہے مراقبہ انسان کا اپنی ذات میں کھو کر گہرائی کی طرف ایک سفر کا نام ہے جس سے بندہ اپنے باطن میں فکر و سوچ کا ایک خاص مقام تلاش کرتا ہے مراقبہ چونکہ ذہنی نفسیات کی ایک کیفیت نام ہے اور اس کا انسانی شعور سے گہرا تعلق ہوتا ہے، اس کا کسی بھی قبیلے، گروہ رنگ و نسل سے تعلیم و تعلیم یافتہ نا ہونے سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی مراقبے میں اس چیز کی کوئی قید ہے گو یا مراقبہ سب کے لیے ایک فکری عمل ہے لہذا ذہنی و نفسیاتی طور پر انسان ایک قسم کی حالت سکون پہ مقیم ہو جاتا ہے اس لیے مراقبہ ہر انسان کی طلب ہونا چاہیے۔ نماز و اذکار سے فراغت پر مراقبہ کرنا صوفی کیلئے فلاح و کامرانی ہے مراقبہ کی بہت سی صورتیں ہیں اور یہ سب بغیر کسی نیک سیرت شخص کی صحبت کے ممکن نہیں مراقبہ مشاہدہ کا زینہ ہے مراقبہ کے بغیر محاسبہ ممکن نہیں۔

امام قشیری اپنی کتاب (رسالہ قشیریہ) میں **"حضرت نصرآباذیؒ "** کا قول تحریر کرتے ہیں:

"اُمید تجھے اطاعت کی ترغیب دیتی ہے اور خوف تمھیں گناہوں سے دور رکھتا ہے اور "مراقبہ" تمہیں حقائق کی راہ تک پہنچاتا ہے۔"(64)

ابو نصر السراج طوی اپنی کتاب (کتاب اللمع) میں **"حسن بن علی دامغانی "** کا قول نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

"اپنے باطن کی حفاظت کر کیونکہ تمہارے باطن کے معاملات سے اللہ تعالیٰ اچھی طرح باخبر ہے۔"(65)

شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب (عوارف المعارف) میں **"شیخ مرتعش "** کا قول نقل کرتے مراقبہ کے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ہر لحظہ اور ہر لفظ میں مشاہدہ حق کے لئے باطن کی نگہداشت کا نام مراقبہ ہے۔"(66)

مندرجہ بالا یہ بات سامنے واضح ہوئی سب سے اچھا شخص وہی ہے جو اپنے نفس کے ہر عمل کی حفاظت کرتا ہے اور برائی کی طرف مائل نہیں ہو تا۔ مراقبہ کے معنی انتظار کرنے کے ہیں جبکہ صوفیاء کرام کے نزدیک گردن جھکا کر قلب پر تفکر کرنے کے معنی میں لیا ہے اور معرفت کے منتظر ہونے کا نام مراقبہ اور اسرار قلوب کی معرفت کا وصول ہے۔ مراقبہ **"مرقبہ"** ہے اور رَقبۃ گردن کو کہتے ہیں صوفیاء کرامء کے نزدیک مراقبہ ''بِدَوامِ النَّظرِ اِلَی الْخَالِقِ'' مراقبہ خالق کی طرف دیکھنا ہے جب قلب کا تفکر الی اللہ ہوتا ہے یا متوجہ الی غیر اللہ ہوتا ہے تو اعضا جو دل کے تابع ہیں اسی جانب متوجہ ہوتے ہیں مراقبہ کا کمال دل کی پابندی پر ہے اور نتیجہ یہ کہ تصور محبوب میں ایسا مستغرق ہو کہ ماسوا کی خبر نہ رہے اور مراقبہ کا عمل اس آیت قرآنی سے واضح ہوتا ہے۔

جود و سخا:

سخاوت یہ ہے کہ اپنا حق خوشی سے دوسروں کو دینا اور سخاوت کے لفظ کے کئی معنی ہیں جن میں سے چند کا ذکر ہے مثلاً: اپنی حق تلفی کسی کو معاف کر دینا، اپنی ضرورت کو خیال کئے بغیر کوئی چیز یا مال کسی دوسرے کو دے دینا سخاوت کا منشا یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی ذات سے دوسروں کو فائدہ پہنچایا جائے اور دوسروں کی مصیبت میں کام آنا بغیر کسی لالچ کہ ،مال او عزت کی چاہت و محبت، دل میں اس طرح نفاق اگاتی ہے جیسے پانی سبزے کو اگاتا ہے۔

امام قشیری اپنی کتاب (رسالہ قشیریہ) **میں "حضرت اسماء بن خارجہؒ "** کا قول نقل کرتے ہیں:

"میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص مجھ سے اپنی حاجت کے مطابق مانگے اور میں اسکو نہ دوں کیونکہ اگر وہ معزز ہے تو میں اسکی عزت کو بچاؤں گا اور اگر وہ کمینہ ہے تو اس سے اپنی عزت کو بچاؤں گا۔" (67)

حضرت علی ہجویریؒ اپنی کتاب (کشف المحجوب) میں **"شیخ ابو عبداللہ رودباریؒ"** کا قول نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

آپ ایک مرید کے یہاں تشریف لے گئے وہ موجود نہ تھے آپ نے حکم دیا کہ اسکے گھر کا سامان بازار لے جایا جائے جب مرید گھر میں آیا تو دیکھا کہ سب سامان بازار جا چکا ہے تو وہ بہت خوش ہوا اور خاموش رہا کیونکہ اسے شیخ کا خوش رکھنا منظور تھا۔" (68)

اقوالِ صوفیاء سے معلوم ہوا سخاوت کا مقصد اللہ تعالی کی خوشنودی و رضا کہ حصول کی طلب کرنا ہے ساتھ ہی اصلاح معاشرہ بھی سخاوت کا مقصد ہے سخاوت انسان کو بخیل ہونے اور کثیر کی حرص سے بچاتا ہے اسلامی نقطہ نظر سے اس دنیا کا مالک حقیقی اللہ تعالی کی ذات ہے ی تو جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے ہم میں سے کسی کا بھی نہیں بلکہ اسی کا دیا ہوا ہے اور وہی اسکا مالک ہے اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اس کی راہ میں اسکے محتاج بندوں کو دی جانی چاہیے دوسروں کی مدد کر کے اپنی زندگی کی راہ کو آسان بنانا چاہیے۔

صحبت

صحبت سے مراد کسی کی مجلس میں بیٹھنا اور اسکی ہم نشینی اختیار کرنا ہے جس سے انسان پر اچھے یا برے اثرات مرتب ہوں کسی شخص کی صحبت کا دوسرے انسان کے کردار و شخصیت، طرز عمل اور اخلاق پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں صحبت اختیار کرنے والا عملی اتباع اور روحانی اثر سے اپنے دوست کی صفات کو جذب کرتا ہے اگر وہ بری صحبت اختیار کریگا تو فاسق و فاجر لوگوں میں میل جول رکھے اور ان کو دوست بنائے گا تو وہ اخلاقی پستی کا شکار ہو گا اور اسکی اچھی خوبیاں بھی برائی میں تبدیل ہو جائینگی اچھی صحبت بتدریج ناپید ہو جائے گی اور اسے اس چیز کا شعور تک بھی نہ ہو گا یہی وجہ ہے کہ کسی آدمی کے اخلاق کو اس کے دوست احباب کے نام سے پرکھا جاتا ہے۔

امام قشیری اپنی کتاب (رسالہ قشیریہ) میں **"حضرت بشر بن حافیؒ"** کا قول نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"بروں کی صحبت (اختیار کرنے) سے نیک لوگوں کی صحبت کے بارے میں بدگمانی ہوتی ہے۔"(69)

شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب (عوارف المعارف) میں **"حضرت بشر بن حارثؒ"** کا قول ہے:

"بندہ حق جب اللہ کی اطاعت میں کوتاہی کرتا ہے تو اللہ تعالی اس سے اسکے ہمدرد دوست چھین لیتا۔"(70)

حضرت علی ہجویری اپنی کتاب (کشف المحجوب) میں **"حضرت شبلیؒ"** کی حکایت رقمطراز ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"مدت مدید تک خیال کرتا تھا کہ میں محبت میں خوش ہوں اور مشاہدۂ حق سے انس رکھتا ہوں لیکن اب مجھے معلوم ہوا کہ انسان انسان کی جنس کے سوا کچھ نہیں۔"(71)

خلوت نشینی

جس نے دنیا کی محبت چھوڑ کر خلوت اختیار کی اسے چاہیے کہ وہ اپنے رب کے ذکر سے اپنا آپ متحرک رکھے اور تمام دنیاوی چیزوں کے ذکر سے علیحدگی اختیار کرے اور سوائے اپنے رب کی رضا کے ہر قسم کے ارادوں سے علیحدہ رہے نیز یہ کہ اگر نفس کسی قسم کے اسباب کا مطالبہ کرے تو یہ اس سے بھی باز رہے اگر خلوت کے دورانیہ میں اس میں یہ صفات نہ پائی جائیں تو اس کی خلوت اسے آزمائش اور مصیبت میں ڈال دے گی خلوت کے اذکار و ریاضت، مجاہدے رب کو پا لینے کا نام ہے خلوت ہی ہے جو کہ کردار میں روحانیت کی منزل کے حصول کا پہلا قدم ہے۔ گوشہ نشینی یہ ہے کہ تو لوگوں کے ہجوم میں داخل ہو جائے مگر اپنے باطن کو لوگوں کی مزاحمت سے محفوظ رکھے اور تمہارے باطن کا تعلق حق کے ساتھ رہے۔ **"حضرت جنید بغدادی"** فرماتے ہیں:

"میں تیس برس سے اللہ تعالی سے باتیں کرتا رہا ہوں اور لوگوں کو گمان ہے کہ ہم سے باتیں کرتے ہیں۔"(72)

خلوت نشینی کے بارے میں امام قشیری اپنی کتاب (رسالہ قشیریہ) میں **"حضرت جریریؒ"** کا قول نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

"گوشہ نشینی یہ ہے کہ تم لوگوں کے ہجوم میں داخل ہو جاؤاور اپنے باطن کو انکی مزاحمت سے دور محفوظ رکھو اپنے نفس کو گناہوں سے الگ رکھو اور تمہارا باطن حق کے ساتھ مربوط ہو۔" (73)

خلوت نشینی کے بارے میں شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب (عورف المعارف) میں "ایک بزرگ کا قول نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"تمہیں برائی اسی سے ملتی ہے جسے تم جانتے ہو۔"(74)

خلوت نشینی کا تعلق بھی ان امور سے ہے جو صوفیاء کرام کی ذات وصفات کیساتھ مخصوص ہیں کہ وہ مخلوق خدااور دنیااور انکے معاملات سے کنارہ کش ہو کر خلوت نشینی اختیار کر کے اپنے رب کی معرفت حاصل کرتے ہیں انکے ڈیرے اکثر وبیشتر بیاباں علاقہ جنگلات، کھنڈرات میں ہوتے ہیں جہاں لوگوں کی آمدورفت زیادہ نہ ہو جس سے انکی عبادات میں خلل نہ پڑے اور توجہ کا مرکز صرف ذات اقدس ہو۔ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک سے ہی گوشہ نشینی کو اختیار کرنے اور اسے ترک کرنے کا معمول رہا ہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا دنیا کو ترک کر کے غار حرا میں گوشہ نشین ہو کر عبادت کرتے ہیں اور پھر اسلام کی دعوت کے سلسلہ میں لوگوں سے ملنا اور جہاد کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے بعد میں پھر اسی سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے صحابہ کرام اور تابعین اس پر عمل پیرا ہوئے اس سلسلہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بعض صوفیاء کرام ءنے خلوت نشینی کو باعث فضیلت قرار دیا اور بعض نے لوگوں کے ساتھ میل جول کو افضل قرار دیا مگر دنیا سے بے رغبتی دل اور روح کو حقیقی راحت دیتی ہے اور دنیا کی رغبت ومحبت زندگی میں رنج وغم کو بڑھاتی ہے۔ اسلیے اللہ کی محبت اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہیے۔

حیاء

حیاء کے معنی "شرم، حجاب، غیرت اور ملامت کا خوف" کے ہیں حیاء وہ فطری وصف ہے جس سے انسان کی بہت سی اخلاقی اوصاف حمیدہ کی پرورش ہوتی ہے اسی کی ذریعے سے انسان بہت سے کبیرہ وصغیرہ گناہوں سے بچ سکتا ہے اور بہت سی صالح صفات سے اسکا ظاہر و باطن متصف ہو سکتا ہے حیاء اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے مثلاً یہ کہ اللہ اپنے بدکاروں کو برائی کرتے دیکھ کر بھی انکو پکڑتا نہیں اسے ڈھیل دیتا کہ اب بھی یہ بندہ راہ راست پر آجائے، اور اسکے در پر جو بھی ہاتھ پھیلاتا ہے اسکو کبھی بھی خالی نہیں لوٹاتا۔ حیاء انبیائے کرام کی بھی سب سے اولین صفات میں سے ایک صفت ہے حیاء انسان میں بچپن سے ہی ہوتی ہے حیاء کا حقیقتاً تعلق انسان کے باطن سے ہوتا ہے اگر انسان کی تربیت اس وصف کے مطابق کی جائے تو وہ قائم ودائم رہتا ہے اگر بُری صحبت اسکے ساتھ لگ جائے اور اچھے لوگوں کے ساتھ نہ رہے تو مفقود ہو جاتا ہے۔

قشیری اپنی کتاب (رسالہ قشیریہ) میں **"حضرت ذوالنون مصریؒ"** کا قول نقل کرتے ہوئے بیان کیا:

"دل میں ہیبت کا پایا جانا اور اسکے ساتھ اس سے پہلے سرزد ہونے والی اللہ عزوجل کی نافرمانیوں سے خوف کھانا حیاء ہے (75)"۔

شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب (عوارف المعارف) میں **"شیخ ذوالنون مصریؒ"** کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"دل میں اللہ کی ہیبت موجود ہونے کا نام حیاء ہے اور یہ کے دل میں پہلے سے موجود اللہ کی عظمت بھی برقرار رہے۔"
(76)

حیاء انسان کا فطرتی خاصہ ہے اسکی نگہبانی خود کرتے رہنا چاہئے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ انسان سب سے پہلے اپنے خالق سے شرم محسوس کرے اور پھر اسکے رسول اللہ ﷺ سے، اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو تمام حالات میں دیکھ رہا ہے اگر بندہ اپنے مالک اور آقا ﷺ کے سامنے انکے احکام کی حکم عدولی کرے تو وہ بے حیاء ہے رسول اکرم ﷺ سے حیاء کا مطلب یہ ہے احکام الرسول کی نافرمانی نہ کرے اور انکے قول وفعل پر قائم رہے۔ اگر انسان باحیاء ہو تو وہ کسی بھی گناہ کا مرتکب نہیں ہو سکتا جن باتوں سے اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے انکے قریب تک بھی نہیں جائے اور حیاء انسان کا ستر پوشی ہے۔

صدق

صدق کے لغوی معنی ''سچائی'' کے ہیں انسان اپنے اعتقاد و یقین کے مطابق کوئی خبر سنائے تو اسکو صدق کا نام دیا جاتا ہے یا ایسا انسان کا کوئی قول و فعل جس کے بارے میں مخبری دی جائے صدق پر مبنی ہو تو صدق کہلاتا ہے یعنی بات خود سچی بھی ہو اور کہنے والا اسکو دل سے سچ مان کر کہے یعنی اسکو مومن کی طرح سچا سمجھ کر زبان سے کہے۔نہ کہ منافق کی طرح جو اس کو دل سے سچا نہیں سمجھتا پر ویسے ہی زبان سے کہتا ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے بلکہ انسان کو چاہیے کہ صدق بات کہے۔

امام قشیری اپنی کتاب (رسالہ قشیریہ) میں **''حضرت قتادہؒ''** کا قول نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

''حرام کو منہ تک لے جانے سے روکنا صدق ہے۔''(77)

شہاب الدین سہر وردی اپنی کتاب (عوارف المعارف) میں **''شیخ احمد بن خضرویہ''** کا قول نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

''جس شخص کو اس بات کا تمنا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں اسکے ساتھ رہے وہ صدق کو اختیار کرلے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اہل صدق کے ساتھ ہے۔''(78)

سلف الصالحین کہ اقوال سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قلب کی سچائی، زبان کی سچائی اور عمل کی سچائی میں کامل مسلمان شخص، کامل راستباز اور صادق ہوتا ہے۔

مجاہدہ نفس

مجاہدہ نفس سے مراد ہے کے انسان کا اپنی نفسانی خواہشات کے ساتھ جہاد کرنا۔مجاہدہ نفس کا سب سے پہلا ہدف انسان کا اسکا اپنا نفس ہے جو کوئی اپنے نفس کے عیوب و محاسن کو اخلاص کے ترازو میں نہ تولے وہ کامل مردوں کے درجے کی کاملیت کو نہیں پہنچ سکتا لہذا اعمال کی خامیوں کو تجزیہ کرنا صحیح توبہ کیلئے ضروری ہے اور توبہ اس وقت تک درست نہیں ہوسکتی جب تک صدق قلب سے مجاہدہ نہ کیا جائے سچے دل سے مجاہدہ اسی وقت کامل ہو سکتا ہے جب کہ اس میں صبر پایا جائے۔امام قشیری اپنی کتاب میں مجاہدہ کی فضیلت کے بارے میں **''حضرت ابو عمرو بن نجیدؒ''** کا قول تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جس شخص پر اپنا نفس معزز ہو جائے اس پر اسکا دین ہلکا ہو جاتا ہے۔''(79)

مندرجہ بالا میں مجاہدہ کی تفصیل کو قرآن وسنت اور صوفیاء کرام کے اقوال کی روشنی میں دیکھا تو واضح ہوا ہے کہ جو اللہ کی راہ میں مجاہدے کرتے ہیں وہ اپنے لئے حق کا راستہ خود نکال لیتے ہیں اور جو شخص اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتا ہے تو وہ اپنے حق کے راستے کا انتخاب بھی نہیں کر سکتا۔یہ مجاہدہ نفس اسی وقت کاملیت کو پہنچ سکتا ہے جب کہ صبر و تحمل کیا جائے بہترین صبر وہ ہے جو اللہ کی راہ میں اختیار کیا جائے یعنی اسے ہر وقت بس اسی کی لگن ہو اور وہ سچے دل سے مراقبہ کر کے اپنے بُرے تصورات کو دل سے نکال دے اور اپنے نفس کی درستگی میں لگ جائے۔

تقویٰ

تقویٰ کے معنی ''حفاظت کرنا، اور برائی سے بچنے کے ہیں یعنی کہ ایسے تمام کاموں سے اجتناب کرنا دور رہنا، جو اللہ کو ناپسندیدہ ہیں یا ایسے قول و فعل کے امور جن کو کرنے سے اسکا غضب نازل ہوتا ہے ان سب سے دور رہنا۔تقویٰ دراصل اس چیز کا نام ہے کہ انسان کہ گرد و نواح میں میں جتنی بھی برائیاں ہوں گناہ ہوں ان تمام چیزوں سے اس کے گرد و نواح میں رہتے ہوئے اپنے دامن کو پاک رکھنا، گناہوں برائیوں سے پرہیز کرنا اسی طرح تمام ایسے کاموں سے بھی بچنا جنکے بارے میں یقینی طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ وہ اللہ کو پسند ہیں یا ناپسند یعنی کہ مشتبہات سے پرہیز جنکا حلال یا حرام ہونا واضح نا ہوں ایسی چیزوں سے پرہیز کرنے والا انسان متقی بن جاتا ہے۔رسالہ قشیریہ میں **''حضرت سہل بن عبداللہؒ''** تقویٰ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں، رسول اکرم ﷺ کے سوا کوئی رہنما نہیں، تقویٰ کے علاوہ کوئی زادراہ نہیں اور صبر کے علاوہ کوئی عمل نہیں۔''(80)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

مذکورہ بالا تقویٰ کی تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل پیرا ہو یعنی کہ حلال وحرام اشیاء میں تفریق جانتا ہو یہ تقویٰ ہے۔اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے ڈرتے رہنا چاہیے اور اسکے حکم پر سرخم تسلیم ہم سب پر لازم وملزوم ہے۔

خشوع اور تواضع

خشوع حق کے سامنے سرِ خم کو کہتے ہیں اور تواضع خود کو حق کے سپرد کرنے اور اس کے حکم پر اعتراض نہ کرنے کا نام ہے۔

"حضرت حسن بصریؒ " نے فرمایا:

"خشوع یہ ہے کہ دائمی خوف دل کو لازم ہو جائے۔"(81)

حق کے سامنے سرخم کرلینا اس رب کی رضا میں راضی ہونا ہے اور اپنے تمام غموں کو اللہ عزوجل کے سپرد کرنا اس پر ایمان کامل رکھنا اور دل میں کسی قسم کا شک وشبہات اور خوف کو پیدا نہ ہونے دینا ایسے لوگ اللہ کے محبوب ہیں اور انکا ہی ٹھکانہ جنت میں ہو گا۔

قناعت

انسان بہت ناشکرا ہے اگر اسے کوئی چیز مل جائے تو کثیر کی حرص کرتا ہے اور قلیل پر اکتفاء نہیں کرتا مگر قرآن وحدیث اور صوفیاء کرام کی قول وفعل اور تعلیمات سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ اگرچہ انسان قناعت پسندی کو اختیار کرتے ہوئے تھوڑی چیز پر ہی مطمئن ہو جائے تو پھر وہ کبھی بھی مایوسی کا شکار نہیں ہوتا۔منور حسین نقشبندی اپنی کتاب جواہر اسلام میں لکھتے ہیں:

"رزق حاصل کرنے کے لئے کوشش اور محنت کرنے سے جو کچھ حاصل ہو جائے اسی پر مطمئن ہو جانے کو قناعت کہتے ہیں یہ لالچ کی ضد ہے لالچ سے انسان ہوس کا شکار ہو جاتا ہے اور پریشانی میں مبتلا رہتا ہے۔"(82)

صوفیاء کرام نے بے جا لالچ، وہوس کو ترک کر کے قناعت پسندی کی حیات گزارنے پر زور دیا ہے تاکہ انسان خواہشات کی تکمیل میں اپنی حیات برباد نہ کرے بلکہ اللہ تعالی کے دی ہوئی نعمتوں پر مطمئن اور راضی ہو کر اپنی زندگی کو فلاح کی راہ پر گامزن کرے۔قناعت پسندی سے انسانی طبیعت وفطرت میں درج ذیل اوصاف حمیدہ جنم لیتے ہیں۔

- انسان پُر سکون اور مطمئن رہتا ہے۔
- محبوب الٰہی بن جاتا ہے۔
- حرص وہوس سے بچ جاتا ہے۔
- پریشانی میں مبتلا نہیں ہوتا۔
- اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔
- کبھی بھی قسم کا زبان سے شکوہ نہیں کرتا۔
- اپنے خرچوں کو آمدن کے مطابق محدود رکھتا ہے۔
- یاس وقنوط سے بچ جاتا ہے۔

قناعت کے بارے میں امام قشیری اپنی کتاب میں **"حضرت بشر حافیؒ"** کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"قناعت ایک فرشتہ ہے جو صرف مومن کے دل میں رہتا ہے۔" (83)

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

اخلاص:

اسلام میں تمام اعمال کی قبولیت کا دار و مدار اخلاص قلب پر ہے اور وہ عمل عمل ہی نہیں جس میں اخلاص نہ ہو اس لئے قرآن پاک میں جا بجا اخلاص کے بارے میں آیات نازل فرمائی اور بتلایا گیا کہ اگر عمل میں اخلاص نہ ہو ریاکاری ہو تو ریاکاری کا اجر آخرت میں نہیں ملتا اصل میں اخلاص کی توقع اللہ کی رضا و خوشنودی کا حصول ہے اور آخرت میں ملاقاتِ الٰہی کا شوق ہوتا ہے اخلاص کے معنی ہیں۔

"خالص ہونا، نیت کو صاف رکھنا، سچا ہونا، اسلام میں مطلقاً اللہ کیطرف رجوع کرنے اور خالصتاً اس کی عبادت کرنے کو اخلاص کہتے ہیں۔"(84)

اخلاص از روئے قرآن:

اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے کئی مقامات پر ہماری رہنمائی فرمائی اور نبی کریم ﷺ کے ذریعے بھی کو اخلاص کے بارے میں بتلادیا فرمایا چونکہ اعمال کی قبولیت اخلاص پر مبنی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے تعلیم امت کے لئے نبی علیہ السلام کو عبات میں اخلاص کا حکم دیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

"قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ"(85)

"فرمادیجئے: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت، اپنی طاعت و بندگی کو اس کے لئے خالص رکھتے ہوئے سرانجام دوں۔"

چنانچہ آپ ﷺ عالم شہادت میں امت کے لحاظ سے اور عالمِ غیب میں تمام اولین و آخرین کے لحاظ سے اللہ کے سب سے پہلے حکم بردار بندے ہیں آپ ﷺ فرماتے ہیں میں تو خدا کے حکم کے مطابق نہایت ہی اخلاص سے اسی اکیلے کی بندگی کرتا ہوں کیونکہ آپ پہلے شخص تھے جنہوں نے آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کی بتوں سے لاتعلقی اختیار کی اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے اور اللہ پر ایمان لائے۔

اخلاص از روئے حدیث:

"عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ فَارَقَ الدُّنْيَا عَلَى الإِخْلاَصِ لِلَّهِ وَحْدَهُ وَعِبَادَتِهِ لاَ شَرِيكَ لَهُ وَإِقَامِ الصَّلاَةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ مَاتَ وَاللَّهُ عَنْهُ رَاضٍ -"(86)

"حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جو دنیا سے اس حال میں جدا ہو کہ ایک اللہ کے لئے اخلاص کرنے والا اور اس کا شریک ٹھہرائے بغیر اس کی عبادت کرنے والا ہو اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے پر دنیا سے جدا ہو تو وہ اس حال میں مرا کہ اللہ اس سے راضی ہوں گے۔"

اخلاص کے بارے میں صوفی کا قول "حضرت فضیل بن عیاض رَحِمَہُ اللہ" نے فرمایا:

"لوگوں کی خاطر عمل ترک کر دینا ریاکاری ہے، اور لوگوں کی خاطر عمل کرنا شرک ہے اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ان دونوں باتوں سے محفوظ رکھے۔"(87)

اخلاص کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنے عمل پر اللہ کے علاوہ کسی اور کو مدعی بنانے کی خواہش نہ کرو اور اخلاص میں اس چیز کا دھیان رکھا جائے کہ ہر عمل کا صلہ دیا جائے گا چاہے عمل برا ہو یا اچھا۔ اگر اخلاص میں ملاوٹ کے بغیر تمام امور سرانجام دیئے جائے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو حکمت و دانائی کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

عفو ودر گزر:

عفو عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی معاف کرنا، بخشش کرنا، در گزر کرنا اور گناہ پر پردہ ڈالنے کے ہیں۔ در گزر کی صفت اللہ رب العزت کی صفت ہے کیونکہ اسکی رحمت اسکے غضب پر حاوی ہے جسے وہ اپنے بندوں میں بھی دیکھنا چاہتا ہے، اور در گزر کرنے کو والے اللہ رب العزت پسند فرماتا ہے۔

مثلاً: انسان کیلئے ایسی بات جس کہ کہنے سے کسی انسان کو تکلیف ہو اور وہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے معاف کردے، یا کوئی ایسی بات جسکو بتانے سے کسی کی دل آزاری ہو تو پردہ پوشی رکھنا، اللہ در گزر کرتا ہے اور کو پسند فرماتا ہے۔

عفو ودر گزر از روئے قرآن:

"وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"(88)

"اور اللہ بخشنے والا رحم فرمانیوالا ہے"

عفو ودر گزر از روئے حدیث:

حدیث مبارکہ میں بھی عفو ودر گزر کرنے کا حکم دیا گیا ہے حدیث میں ارشاد ہوتا ہے:

"عن ابي هريرة ال قال رسول الله وان 10 ومازاد الله رجلا بعفوا الاعنا."(89)

"اور اللہ تعالی اس شخص کی عزت بڑھاتا ہے جو عفو سے کام لیتا ہے۔"

عفو ودر گزر کی فضیلت کے بارے میں صوفی "حضرت سفیان ثوریؒ" لکھتے ہیں:

"احسان یہ ہے کہ جو تمہارے ساتھ برائی کرے، اسکا بدلہ بھلائی دو کیونکہ بھلائی کا بدلہ بھلائی سے دینا ایک طرح سے تجارت ہے اور بازار کا لین دین ہے کہ ایک ہاتھ سے دے کر دوسرے ہاتھ سے لے لیا۔" (90)

مختصر یہ ہے صوفیاء کرام کے اخلاق کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے روحانیت کے مقام تک پہنچنے کیلیے کہ وہ برائی کا بدلہ بھلائی کے ساتھ دیتے ہیں اور زیادتی و ظلم پر عفو ودر گزر کا عملی مظاہرہ پیش کرتے ہوئے معاف کردیتے ہیں کہ جب تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک کرے تو اسکی غلطی کو معاف کردو ایسے لوگوں کو اللہ پسند فرماتا ہے۔

حلم وبردباری:

لوگوں کی زیادتی پر ضبط اور چشم پوشی کرنے کا نام تحمل وبردباری ہے اگر اللہ تعالی کے صالح بندوں کی سیرت و کردار میں انکے اخلاق اعلیٰ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اگر اللہ کے ان صالح بندوں (مرد ہو یا عورت) کے ساتھ کوئی عداوت کرے اور لڑائی جھگڑے پر اُتر آئے تو وہ صالح لوگ حلم وبردباری کے ساتھ اسکا مقابلہ کرتے ہیں تاکہ اسکا فتنہ وفساد سرد ہو جاتا ہے اور اپنے کیے پر شرمسار ہو کر ان کے قدموں میں آکر گر جاتا ہے معافی مانگتا ہے اور بالآخر وہ ان کا دوست بن جاتا ہے۔

حلم وبردباری از روئے قرآن:

جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

"اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْم"(91)

"برائی کو بہتر (طریقے) سے دور کیا کرو سو نتیجتاً وہ شخص کہ تمہارے اور جس کے درمیان دشمنی تھی گو یا وہ گرم جوش دوست ہو جائے گا۔"

اللہ تعالی کے نیک بندوں کے دلوں میں کینہ اور نفوس میں جھگڑے کا وجود نہیں ہوتا اگر نفس میں کینہ کا وجود ہو تو یہ باطنی کشمکش کے مترادف ہے جب باطنی کشمکش دور ہو جائے تو ظاہری نزاع بھی دور ہو جاتا ہے۔

حلم وبردباری از روئے حدیث:

حضرت ابوھریرۃ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لیس الشدید بالصرعة انما الشدید الذي یملك نفسه عند الغضب۔"(92)

"وہ پہلوان نہیں ہے جو کشتی میں غالب ہو بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے میں اپنا مزاج تھامے رکھے (بے قابو نہ ہو)"

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جب باطن سے عداوت کی کشمکش ختم ہو جائے تو ظاہری طور پر بھی عداوت سے دور ہو جاتا ہے کینہ پیدا ہونے کی ایک وجہ ایک دوسرے سے حسد کرنا بھی ہے اللہ تعالی نے جنت کے پرہیز گاروں کی صفت میں یہ چیز شامل کر دی ہے کہ انکے دلوں سے کینہ دور کر دیا جائے۔

حلم وبردباری کے متعلق حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ:

"قلتِ علم اور قلتِ عمل کے باوجود چار خصلتیں انسان کو اعلیٰ درجات تک پہنچا دیتی ہیں ایک حلم، دوسری تواضع، تیسری سخاوت اور چوتھی خوش خلقی، اور یہی چار خصلتیں ایمان کا کمال ہیں۔"(93)

گریہ وزاری:

حضرت حسن بصری ایک رات کو اپنے گھر کی چھت پر اتنا روئے کہ آپ کے آنسوؤں کے قطرات پرنالے سے بہہ کر نیچے ٹپک پڑے اور باہر ایک گزرتے شخص پر پڑے اس نے پوچھا یہ پانی کیسا ہے؟ آپ نے آواز دی اور فرمایا ایک بڑے سیاہ کار کے ناپاک آنسو ہیں کپڑے دھو لینا۔

گریہ وزاری قرآن مجید میں فرمان ہے:

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًاوَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ"(94)

"ان کی کروٹیں ان کی خوابگاہوں سے جدا رہتی ہیں اور وہ ڈرتے اور اُمید کرتے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خیرات کرتے ہیں۔"

گریہ وزاری ازروئے حدیث:

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:لا يلج النار رجل بكي من خشية الله حتى يعود اللبن في الضرع، ولا يجتمع على عبد غبار في سبيل الله ودخان جهنم"(95)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" جہنم میں داخل نہیں ہو گا وہ شخص جو اللہ کے خوف سے رویا یہاں تک کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے اور اللہ کے راستہ کا غبار اور جہنم کی آگ اکٹھا نہیں ہو سکتے۔"

گریہ وزاری کے بارے میں صوفی" مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ" نے فرمایا کہ:

"جب تک آہ وزاری نصیب نہیں ہو گی اللہ کی یاری نصیب نہیں ہو گی۔"(96)

یعنی جب تک قرب الٰہی کے حصول کیلئے خلوت میں رب سے لو نہیں لگائے گے اسکی رضا کے مطابق اپنا رہن سہن نہیں کریں گے گریہ وزاری نہیں کرے تب تک اللہ عزوجل کی محبت، یاری، نصیب نہ ہو گی۔

محاسبہ نفس:

نفس جملہ خرابیوں، برائیوں اور شرارتوں کی جڑ ہے اور بڑی مصیبت اور پریشانیوں کا آنا بھی اسی وجہ سے ہے اور یہ ابلیس سے بڑھ کر انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے اور بندے پر لازم ہے کہ نفس کے کسی بیان پر خواہ وہ بظاہر سچا یا محمود نظر آئے ہرگز اعتماد نہ کرے اور اس کی مکمل مخالفت کرے صوفیاء کرام

کے نزدیک اس کا احتساب لازم ہے انسان کو چاہیے کے اپنے نفس کی نگرانی کرے اور اللہ سے مدد طلب کرے کہ اس پر غلبہ حاصل رہے اور غفلت سے بچے، یہ ایسا دستور العمل ہے جو دین کی روح اور سلامتی کی کلید ہے۔

محاسبہ نفس از روئے قرآن:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

"وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ"(97)

"اور یہ ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ دیکھے کہ اس نے آئندہ کل کیلئے کیا توشہ آگے بھیجا ہے۔"

مزید فرمایا:

"عَلِمَتْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ"(98)

"ہر جان جان لے گی جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔"

ارشاد الٰہی ہے:

"أَفَمَنْ هو قَائِمٌ عَلَى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ "(99)

"کیا ہی اچھا ہے وہ شخص جو نفس کے ہر عمل کی نگہداشت کرتا ہے۔"

محاسبہ نفس از روئے حدیث:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت"(100)

"عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے (قابو میں رکھے) اور موت کے بعد کام آنے والے عمل کرے۔"

محاسبہ نفس کے بارے میں صوفی "امام غزالی" سے منقول ہے:

امام محمد غزالیؒ نقل فرماتے ہیں:

" اللہ عزّوَجلّ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہر عقل مند شخص پر لازم ہے کہ وہ نفس کے محاسبہ سے غافل نہ ہو اور نفس کی حرکات وسکنات اور لذات وخیالات پر سختی کرے کیونکہ زندگی کا ہر سانس انمول ہیرا ہے جس سے ہمیشہ باقی رہنے والی نعمت (یعنی جنت) خریدی جاسکتی ہے تو ان سانسوں کو ضائع کرنا یا ہلاکت والے کاموں میں صرف کرنا بہت سنگین اور بڑا نقصان ہے جو سمجھدار شخص کا شیوہ نہیں۔"(101)

برداشت ورواداری:

رواداری کی بنیاد پر معاشرے میں اخوت اور بھائی چارہ مساوات کے جذبات پرورش پاتے ہیں۔ ایک مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے معاملات میں ان کے روادار ہوتے ہیں، دوسروں کی زیادتی و سختی پر صبر ونرمی اختیار کرتے ہیں، صلح جوئی، اس کی اعلیٰ ترین خصلت ہے، باالفاظ دیگر رواداری، صبر، حلم، عفو ودرگزر، فیاضی اور ایثار کے خواص سے آراستہ ہے، قرآن وحدیث ہمیں ایسے ہی خواص کو اپنانے کی ترغیب دیتا ہے رواداری کے لغوی معنی تحمل اور برداشت کے ہیں، جبکہ اصلاحی مفہوم میں رواداری کو یوں واضح کیا گیا ہے۔

،عبدالعلی اچکزئی، سید باچا آغا نے اپنے شمارہ میں بیان کی ہے:

"فکری واعتقادی، رنگ ونسل اور زبان ووطن کی بنیاد پر کسی عصبیت کا شکار ہوئے بغیر تحمل وبردباری سے دوسرے کو برداشت کرنا رواداری ہے۔"(102)

برداشت ورواداری کے بارے میں صوفی "بابا فریدالدین گنج شکرؒ" کا ایک شعر ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

فرید بُرے دا بھلا کر غصہ من داہنڈا
دیہی روگ نہ لگ ای پلے سبھ کجھ پاء(103)

اے فرید! توبد انسان سے بھی نیکی کا برتاؤ کر اس کے لیے دل میں کسی قسم کا کینہ اور بغض نہیں رکھنا چاہیے۔
اگر تو اس طرح کرے گا تو تو کسی بھی مرض میں مبتلا نہیں ہو گا، ہمیشہ تندرست رہے گا اور اپنے حصول کو پائے گا۔

اسلام میں جہاں ایک مسلمان کو یہ حکم دیا ہے، کہ وہ دیگر تمام مسلمانوں مومن آپس میں رواداری کے ساتھ معاملہ کریں، اسی طرح اسلام مسلمانوں کو یہ ہدایت بھی دیتا ہے، کہ وہ غیر مسلموں کے ساتھ انسانیت کا سلوک کریں، انہیں ہر قسم کی اپنی جانب سے ایذار سانی سے بچائے، ان کے جان و مال، عزت و آبرو کی ہر طرح حفاظت کریں، انہیں ہر طرح کی مذہبی، سماجی آزادی دیں غرض ان کے ساتھ انسانیت کا برتاؤ کرنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔

اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے، جو اپنی طرف اس لیے دعوت دیتا ہے، کہ وہ دین حق ہے اور اس سچے مذہب کے اختیار کرنے ہی سے دنیا و دین درست ہو سکتے ہیں، اس جذبہ تبلیغ میں صوفیاء کرام نے اپنا جو کردار ادا کیا ہے اس میں کوئی خود غرضی نہیں ہے، بلکہ لوگوں کو برائی سے بچانا اور ہدایت کا راستہ بتانا مقصود ہے تاکہ بنی نوع انسان صراط مستقیم پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکیں۔ صوفیاء کرام کے سوا انسانیت کی اس قدر خیر خواہی اور رواداری کی تعلیم شاید ہی کسی اور نے اس وسیع نہج پر انجام دی ہو۔ اسلام نے نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی رواداری اپنانے اور ان کو تحفظ فراہم کرنے کا درس دیتا ہے کہ تمام مسلمان اپنے ملک میں رہنے والی اقلیتوں کو برابر کہ حقوق دیں۔

خدمت خلق:

صوفیاء کرام کا اصل مسلک اللہ تعالی اور اسکی مخلوق سے محبت اور دوستی کا ہے۔ وہ مخلوقِ خدا سے محبت اور دوستی اسی بنا پر ہی کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالی کے عیال ہیں اور اسی میں اللہ تعالی کی رضامندی پوشیدہ ہے۔ انبیاء کرام کا بھی یہی منہج تھا اور قرآن مجید نے بھی اسی مسلک کا درس دیا ہے۔ ابراہیمی ادیان مخلوقِ خدا کے ساتھ محبت اور خیر کا پرچار کرتی رہی ہیں۔ صوفیاء کرام کی انسان دوستی کے پیچھے یہی نمونے موجود ہیں۔ صوفیاء کرام کے نزدیک یہ بہت بعید ہے کہ ایک انسان مخلوقِ خدا سے دور رہ کر اللہ تعالی کے دربار تک رسائی حاصل کر سکے۔ صوفیاء کرام نے اپنے کردار سے اللہ تعالی کے بندوں سے بھلائی اور خیر کے سلوک کا درس دیا ہے۔

"شیخ سعدیؒ" فرماتے ہیں کہ:

"طریقت به جز خدمت خلق نیست به تسبیح و سجاده و دلق نیست۔"(104)

"طریقت خدمتِ خلق کے علاوہ اور کسی چیز کا نام نہیں۔ تسبیح، جائے نماز اور گُدڑی کا نام نہیں"

"خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ" نے فرمایا کہ:

"جو شخص روزِ حشر کے عذاب سے بچنا چاہتا ہے تو اسے اللہ تعالی کی ایسی اطاعت کرنی چاہیے جو اللہ کے نزدیک سب سے بہتر ہو۔ اسکے بعد میں نے (خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ) نے عرض کی کہ جناب وہ کونسی طاعت ہے؟ انہوں نے فرمایا

( )"عاجزوں اور پسماندگان کی فریاد رسی کرنا۔
( )لاوارثوں اور بیچاروں کی حاجت پوری کرنا۔
( )بھوکوں کو کھانا کھلانا۔

یاد رکھو کہ اللہ کے نزدیک کوئی اور عمل ان سے زیادہ بہتر نہیں ہے۔"(105)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

حوالہ جات

1۔القرآن 20:31۔

2۔جامع ترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب: ماجاء فی معانی الاخلاق، ج:3، رقم: 2018، ص:545 ۔

3۔القرآن 15: 29 ۔

4 غزالی ،(س۔ن)، مذاق العارفین، ترجمہ احیاء علوم الدین، ج3، ص:59 ۔

5۔ندوی، سید سلیمان، (1985ء) سیرت النبی، کراچی، دارالاشاعت، ج:9، ص:6۔

6۔صدیقی، ظہیر احمد(2010ء)، تصوف، ہر انسان کی ضرورت، تخلیقات، لاہور، ص:10-13۔

7۔ایضاً، ص89-90 ۔

8۔کوثر، انعام الحق، (1976ء) سفینۃ الاولیاء، تذکرہ صوفیاء کرامئے بلوچستان، لاہور، دار شکوہ مرکزی اردو بورڈ، ص:19 ۔

9۔ الھم، معالی، (1982ء)، حضرت جنید بغدادی شخصیت و تصوف، دھلی، مکتبہ جامعہ نئ دھلی، ص:30 ۔

10- قصوری، محمد صادق، بارِاول (2009ء)، تاریخ مشائخ نقشبند، لاہور، زاویہ پبلیشر، ص:91 ۔

11-قشیری، ابوالقاسم عبدالکریم ، (2009ء)، رسالہ قشیریہ، لاہور، مکتبہ اعلی حضرت، ص:94 ۔

12۔غزالی، ابو حامد محمد بن محمد، (1998) احیاء العلوم، ج:۳، ص: 94

13۔ایضا ۔

14۔ایضا ۔

15۔رسالہ قشیریہ، ص431۔

16۔ایضا، ص:430۔

17۔القرآن 2: 165

18۔الخطیب، محمد بن عبداللہ ،(2010ء)، مشکوۃ المصابیح، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ص:14۔

19۔بیگ، مرزا قلیچ ،(1927ء) مقالات الاولیاء، نوشہری ، سندھ پرنٹنگ پریس، دروازہ شکارپورء ص:15۔

20۔ربانی، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی:((2006ء)، مکتوبات امام ربانی،، مکتوب:۳۵، جلد اول، کراچی دارالاشاعت، ص:191۔

21۔بھٹائی شاہ عبداللطیف، (1997ء)، شاہ جو رسالو، سُر سریراگ، داستان، کنڈیارو ، مرتب کلیان آڈوانی، روشنی پبلیکیشن، ص:114۔

22۔رسالو، شاہ جو، (س۔ن)، سریمن کلیان، داستان:۷، ص:94۔

23۔القرآن 3: 31 ۔

24۔ صحیح بخاری، کتاب الایما ن،ج:1،رقم؛14،ص:198۔

25۔مشکوۃ المصابیح،ج:1،رقم:167،ص:193۔

26۔ ربانی،امام،مکتوبات امام ربانی،مکتوب:۳۵،جلداول،ص:191

27۔سرہندی،شیخ احمد،مکتوبات،مکتوب:78،جلداول،ص:279۔

28۔ رسالہ قشیریہ،ص:584

29۔طوسی،ابونصر سراج، (2008ء)کتاب اللمع فی التصوف،کراچی،دارالاشاعت،ص:101۔

30۔ القرآن2:129۔

31۔...القرآن29: 2۔

32۔ القرآن91: 10،9۔

33۔سریمن کلیان،ص:90۔

34۔المنجد(عربی،اردو)،ص:554 ۔

35،رسالہ قشیریہ،ص:341

36۔عوارف المعارف،ص:647۔

37۔رسالہ قشیریہ،ص: 348۔

38۔رسالہ قشیریہ،ص:222 ۔

39،عوارف المعارف،ص:240 ۔

40۔کتاب اللمع فی التصوف،ص:82۔

41۔،رسالہ قشیریہ،ص:234۔

42۔عوارف المعارف،ص:224۔

43۔کتاب اللمع فی التصوف،ص:82۔

44۔رسالہ قشیریہ،ص249۔

45۔عوارف المعارف،ص:253۔

46۔ ،کتاب اللمع فی التصوف،ص:102۔

47۔رسالہ قشیریہ،ص:310 ۔

48۔رسالہ قشیریہ،ص:334

49 ۔ عوارف المعارف،ص:655۔

50۔،کتاب اللمع في التصوف،ص90۔

51۔،کتاب اللمع،ص115۔

52۔مشتاق احمد،(س۔ن)،تصوف روح اسلام،ص:147

53۔ ہاشمی،حمیداللہ شاہ،(س۔ن)،اسلامی اخلاق وتصوف،مکتبۃ دانیال،ص:82۔

54۔رسالہ قشیر یہ،ص:330۔

55۔عوارف المعارف،ص:250۔

56۔رسالہ قشیریہ،ص:357۔

57۔عوارف المعارف،ص:650۔

58۔،کتاب اللمع فی التصوف،ص:94۔

59۔رسالہ قشیر یہ،ص:477۔

60۔عوارف المعارف،ص:939۔

61رسالہ قشیریہ ص:200۔

62۔عوارف المعارف،ص:342 ۔

63۔ ہجویری،سید علی بن عثمان،(2002ء)،کشف المحجوب،مترجم: محمد احمد قادری،لاہور،ضیاءالقرآن پبلیشرز،ص:586۔

64۔رسالہ قشیریہ ص:344 ۔

65۔،کتاب اللمع،ص95۔

66۔عوارف المعارف،ص:228 ۔

67۔ ابوالقاسم عبدالکریم موازن قشیری درسالہ قشیر بہ،ص:439 ۔

68۔سید علی بن عثمان ہجویری،کشف المحجوب،ص:502 ۔

69۔ارسالہ قشیر یہ،ص:513 ۔

70۔عوارف المعارف،ص:522۔

71۔ ،کشف المحجوب،ص:582 ۔

72۔قادری،محمد طاہر،(2007ء)،حسن اعمال،لاہور،منہاج القرآن پبلیکیشنز ،ص:204 ۔

73۔رسالہ قشیریہ،ص:215 ۔

74۔عورف المعارف،ص:552۔

75،رسالہ قشیریہ،ص :390 ۔

76۔عوارف المعارف،ص:679۔

77۔رسالہ قشیریہ،ص:384۔

78۔عوارف المعارف ص:703۔

79۔رسالہ قشیریہ،ص:208 ۔

80۔رسالہ قشیریہ،ص:219 ۔

81،رسالہ قشیریہ،ص:279 ۔

82۔نقشبندی ،منور حسین،(2007)،جواہر اسلام،ص:367 ۔

83،رسالہ قشیریہ،ص:303۔

84۔ محمود،سید قاسم،اسلامی انسائیکلوپیڈیا،ص:452 ۔

85۔القرآن11:39۔

86۔ابن ماجہ،ابواب السنۃ،باب فی الایمان،،حدیث :70،ج:1،ص:49 ۔

87۔النووی ،یحییٰ بن شرف،(2005 ء) ،الأذکار من کلام سید الأبرار،دار المنھاج،،ص:33 ۔

88القرآن74:5

89۔ترمذی،باب:جاءفی التواضع،ج:3،رقم::2029،ص:552 ۔

90عوارف المعارف،ص:349۔

91۔القرآن34:41 ۔

92۔بخاری ،کتاب الادب،باب:الحذر من العضب،رقم:2114، ج:1،ص:444۔

93۔غزالی،امام محمد،احیاءعلوم الدین،(س۔ن)مترجم:مولانا ندیم الواجدی،کراچی،دار الاشاعت،ج:3،ص:93 ۔

94۔القرآن16:32۔

95۔جامع الکبیر،کتاب فضائل الجھاد عن ﷺ،باب مَاجَاءَفِي فَضْلِ الْغُبَارِفِي سَبِيلِ اللَّهِ،رقم: 1633،ج3 :،ص: 271-272۔

96۔حکیم،اخترؒ،(2015ء)،نفس کے حملوں سے بچاؤ کے طریقے،کراچی،خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ، ص:20۔

97۔القرآن18:59۔

98۔القرآن5:82 ۔

99۔القرآن۔33:13 ۔

100۔ترمذی،کتاب الفتن،باب ماجاءفی لزوم الجماعۃ،رقم:2167،ص:138 ۔

101۔المدینۃ علمیۃ،نجات دلانے والے اعمال کی معلومات،(2017)،کراچی، مجلس المدینۃ العلمیۃ:مکتبۃ المدینۃ،ص:59 ۔

102۔ اچکزئی عبد العلی وآغا سید باچاو برجس ،(2007ء)،اخلاقی اور رواداری معاشرے میں صوفیاء کرام کا کردار،کوئٹہ،ج:4،شمارہ:2 ۔

103۔طالب،گوربچن سنگھ،(1973ء) ،باباشیخ فرید الدین گنج شکر حالاتِ زندگی اور تعلیمات،پٹیالہ ،باب فرید میموریل سوسائٹی، ص:40 ۔

104۔سعدی،(س۔ن)،شیخ،بوستان،مکتبہ اویسیہ،بہاولپور،ص:42 ۔

105۔بختیار کاکیؒ قطب الدین،(1999ء)دلیل العارفین،مترجم:حکیم مطیع الرحمٰن قریشی،ضیاءالقرآن پبلیکشنز ،ص:60 ۔